امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۴؍ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۹؍ستمبر ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-34

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حکمت عملی
■ منشیات کا استعمال؛ اسباب اور سد باب
■ وقف کی حقیقت اور مجوزہ وقف ترمیمی بل
■ ثقافت اور کلچر کے نام پر اسلامی تہذیب
■ ہر معاملہ میں اعتدال پسندی ضروری
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں ہفتہ رفتہ

بین السطور

رحمۃ للعالمین جز مصطفیٰ کوئی نہیں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ربیع الاول کا مہینہ اس عظیم رسول و نبی کی ولادت با سعادت کے حوالہ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے جس سے بہتر انسان اس روئے زمین پر نہیں آیا، ہمارا ایمان تمام انبیاء ورسل پر ہے اور ہم سب کی عظمت وفضیلت کے قائل ہیں، یہ ہمارے ایمان مفصل اور ایمان مجمل کا حصہ ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور ہمارے آقا ومولیٰ فخر موجودات، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا سردار اور سید المرسلین والاولین والآخرین بنایا، آپ کے اوپر سلسلۂ نبوت کا خاتمہ فرمایا، معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت کرائی؛ تاکہ سب انبیاء پر آپ کی فضیلت پورے طور پر کھل کر سامنے آجائے، ایسی فضیلت کہ انبیاء بھی اس امت میں آنے کی تمنا کرنے لگیں، آپ کو یہ فضیلت بھی عطا ہوئی کہ سارے جہاں کا رسول بنا کر آپ کو بھیجا گیا، قرآن کریم جیسی رحمت وہدایت والی کتاب آپ کو دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء ورسل آئے سب مخصوص علاقے مخصوص زمانے اور بعض مخصوص قبائل کے لئے تھے، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو اعلان کرنے کے لئے فرمایا: کہہ دیجئے اے لوگو! میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ کی شان میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ آپ سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے، سارے جہاں میں انسان وجن ہی نہیں شجر وحجر، نباتات وجمادات، حیوانات اور تمام بری وبحری مخلوقات بھی شامل ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم سب کیلئے رحمت ہیں، اور آپ کی رحمت سب کو محیط ہے۔ اس خصوصیت میں بھی دوسرا کوئی ان کے ہم پلہ نہیں ہے۔ اور حق یہ ہے کہ کہا جائے ''رحمۃ للعلمین جز مصطفیٰ کوئی نہیں۔''

رحمت کی اس عمومیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر طرف ظلم وجور کا بازار گرم تھا، انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا، قبیلے آپس میں دست وگریباں تھے، عربی عجمی اور کالے گورے کے نام پر خود ساختہ برتری کے پیمانے وضع کر لئے گئے تھے، اس کی وجہ سے انسانوں میں طبقاتی جنگ نے عروج پکڑ لیا تھا، حق وہ سمجھا جاتا تھا جو اس قبیلے کے کسی فرد کے ذریعہ صادر ہوا ہو، خواہ وہ ظلم وستم کے زمرے میں کیوں نہ آتا ہو، برائیاں عام تھیں اور اخلاق حسنہ کا وجود کم تر ہو گیا تھا، عورتوں کے اوپر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا تھا، بلکہ بہت سارے قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، ہنستی کھیلتی زندگی کو زندہ مٹی میں دفن کر دینا انسانی شقاوت وبدبختی کی انتہاء تھی، لڑائیاں ہوتیں تو انسانوں کے ساتھ پورے علاقہ کو تاراج کر دیا جاتا، شریف انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے، اور بالکل وہ منظر ہوتا جس کا نقشہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے کھینچا ہے کہ جب شاہان وقت کسی آبادی پر غلبہ حاصل کرتے ہیں تو آبادی میں فساد وبگاڑ پیدا کرتے ہیں اور وہاں کے شرفاء کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑتے ہیں، ان لڑائیوں میں جانور، درخت، کھیت کھلیان اور فصلوں کو بھی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ان حالات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، چالیس سال تک اپنی پاکبازی، کردار کی بلندی، امانت ودیانت کی رفعت کا نمونہ اس طرح پیش کیا کہ مخالفین بھی آپ کو صادق اور امین کہا کرتے، آپ کی بے داغ جوانی اور اعلیٰ اخلاقی کردار کی شہادت دیتے، وہ ایمان اور کلمہ کے مسئلہ پر مذبذب رہے، کیونکہ اس کلمہ کے اقرار سے ان کی ریاست اور چودھراہٹ کو خطرہ محسوس ہوتا تھا؛ لیکن کبھی کسی نے ان کے کردار پر انگلیاں نہیں اٹھائیں۔

چالیس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا، مخالفین کے سب وشتم اور نازیبا حرکات کو سنا اور سہا، یہ رحمت ہی کی ایک قسم ہے کہ آپ نے قدرت کے باوجود اور بارگاہ الٰہی سے مقبولیت کے یقین کے باوجود ان کے لئے کبھی بددعا نہیں کی، حد یہ ہے کہ طائف کی گلیوں میں جب پائے مبارک لہولہان ہوئے، موزے خون سے بھر گئے، اوباشوں نے آپ کو پتھر مارا، اس وقت بھی آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں، اے اللہ اس قوم کو ہدایت دے وہ مجھے نہیں جانتی اور اس توقع کا اظہار کیا کہ شاید اس قوم سے کوئی فرد دین رحمت میں داخل ہو جائے، جنگ کے بعد قیدی مسجد کے ستون سے بندھے ہوئے ہیں، بندش کی سختی کی وجہ سے قیدی کراہ رہے ہیں، آپ کی آنکھوں سے نیند غائب ہے، جب تک بندش ڈھیلی نہیں کی گئی آپ کو سکون نہیں ملا۔

فتح مکہ کے موقع سے سارے دشمن سامنے تھے، عرب روایات کے مطابق انہیں قتل بھی کیا جاسکتا تھا اور غلام بھی بنایا جاسکتا تھا، لیکن رحمت للعالمین نے اپنی شان رحمت کا مظاہرہ کیا اور اعلان کر دیا کہ آج تم لوگوں سے کوئی دارو گیر اور مؤاخذہ نہیں، تم سب لوگ آزاد ہو، اتنا ہی نہیں حضرت ابو سفیانؓ جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، ان کے گھر میں داخل ہونے والے کو بھی امان دے دیا، ہندہ؛ جس نے حضرت حمزہ کا مثلہ کروایا تھا ان کے کان ناک کٹوائے تھے، کلیجی گردہ کو کچا چبا کر اپنی قسم پوری کی تھی، آپ کی شان رحمت نے اس کو اپنے جلو میں لے لیا، کیا شان رحمت تھی آپ کی، کوئی دوسرا ہوتا تو چن چن کر بدلہ لیتا کہ یہی زمانے کی روش رہی ہے، آپ نے سب کو معاف کر کے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اسلام دین رحمت ہے، یہاں امن ہے شانتی ہے، سکھ ہے، چین ہے اور دشمنوں کو بھی معاف کرنے کا وہ جذبہ ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

انسانوں میں غلاموں اور باندیوں کی زندگی اجیرن تھی، وہ جسم وجثہ کے اعتبار سے انسان تھے، لیکن ان کی زندگی جانوروں سے بدتر تھی، ان کی اپنی کوئی زندگی نہیں تھی وہ آقا ہی کے لئے جیتے اور مرتے تھے، پوری وفاداری اور خدمت کے باوجود انہیں ظلم وستم کا سامنا تھا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئے، آپ نے مختلف طریقوں سے لوگوں کو غلامی کی زنجیروں سے نکالنے کا کام کیا، کبھی فدیہ کے طور پر لکھانے پڑھانے کا کام لے کر، کبھی قسم، ظہار وغیرہ کے کفارہ میں آزاد کرنے کا حکم دے کر، عمومی حکم یہ دیا کہ غلاموں کا خیال رکھو، جو خود کھاؤ اسے کھلاؤ، اور اسے ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو، اس سے طاقت سے زیادہ کام نہ لو، آپ نے حضرت زیدؓ کے ساتھ حسن سلوک کر کے دکھلایا، جس کے نتیجہ میں حضرت زیدؓ نے اپنے والدین کے ساتھ جانے کی بنسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہنا پسند کیا۔

عورتوں پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سایہ فگن ہوئی تو حکم دیا کہ عورتوں سے بہتر سلوک کرو، وہ تمہارے ماتحت اور تمہارے حکم کی پابند ہیں، تم دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق ہیں، کسی کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے، اور حسن سلوک کے ساتھ ان سے پیش آؤ، اگر تم امساک بالمعروف نہ کر سکو تو انہیں حسن سلوک کر کے چھوڑ دو، تاکہ وہ اپنی زندگی اپنے انداز میں جی سکیں یا دوسری شادی کر کے نئے سفر کا آغاز کر سکیں، زمانۂ جاہلیت میں بیوہ عورت منحوس سمجھی جاتی تھی، آپ نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لے کر امت کو پیغام دیا کہ بیوہ اور مطلقہ عورتیں منحوس نہیں ہیں، شوہر کے مرجانے اور بعض دفعہ نباہ نہ ہونے سے طلاق پڑ جائے تو ان کی دلجوئی، خبر گیری کی جتنی شکلیں ممکن ہیں، اختیار کی جائیں اور انہیں بے سہارا نہ چھوڑا جائے۔

آپ نے بچوں پر رحم کرنے کا بھی حکم دیا، ان کی اچھی تعلیم وتربیت پر جنت کی بشارت دی، ان کا نفقہ باپ کے سر رکھا، تاکہ انہیں بال مزدوری سے بچایا جائے، اور ان کے بچپن کی حفاظت کی جاسکے، ان کے اچھے نام رکھنے کی تلقین کی اور بچوں کو بے سہارا چھوڑنے کو پسند نہیں فرمایا۔ انہیں جینے کا حق دیا اور ان کو روزی میں تنگی کے خوف سے ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

یتیموں کی کفالت کو کار ثواب قرار دیا اور فرمایا کہ میں اور یتیموں کی کفالت کرنے والا ہاتھ کی دو متصل انگلیوں کی طرح قیامت میں ساتھ ہوں گے، خود آپ نے یتامیٰ کی سرپرستی کی اور عید کے دن ایک روتے بچے کو گلے لگا کر ہمیں سبق دیا کہ ان کی کفالت کی فکر کرو، ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھو، یہ ہاتھ رکھنا قیامت میں تمہیں کام آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جب جانوروں کی طرف متوجہ ہوئی تو بلا وجہ انہیں ہلاک کرنے سے منع کیا، اگر گوشت کھانے کے لئے انہیں ذبح کرنا ہے تو ایسا طریقہ اپناؤ کہ اسے کم از کم تکلیف ہو، اگر جانور نقل وحمل کے لئے رکھے گئے ہوں تو اس پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو، ایک اونٹ کی بلبلاہٹ سن کر آپ سمجھ گئے کہ اس کا مالک اس پر زیادتی کرتا ہے، اونٹ کے مالک انصاری صحابی کو بلا کر فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ان جانوروں کو تمہارا محکوم بنایا ہے؛ اس لئے ان جانوروں پر رحم کرو، نہ تو انہیں بھوکا رکھو، اور نہ ہی ان کی طاقت سے زیادہ کام لو، (بقیہ صفحہ ۱۴ر پر)

اچھی باتیں

''جو لوگ سچے انسان کا دل توڑ کر کسی اور کے پاس خوشی ڈھونڈتے ہیں، وہ اکثر دھوکہ کھاتے ہیں۔ ☆ سنی ہوئی بات پر بھروسہ سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، کیوں کہ کوئی بھی انسان آپ کو کہانی کا وہ حصہ کبھی نہیں سنائے گا جہاں وہ خود غلط تھا ☆ دھوکہ میں جینے سے اچھا ہے کہ اکیلے سکوں سے جیو ☆ دنیا میں کوئی بھی انسان تمام خوبیوں کا مالک نہیں ہوتا، اس لیے کچھ خامیوں کو نظر انداز کر کے رشتے بنائے رکھیے۔ ☆ ناراضگی کبھی اتنی لمبی نہیں ہونی چاہیے کہ انسان گذر جائے اور ناراضگی رہ جائے۔ ☆ برائی کرنے والوں کو بھی احترام دینا چاہیے؛ کیوں کہ وہ آپ کے پیچھے بھی آپ کے نام کو چرچا میں رکھتے ہیں۔'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''کیسی عجیب بات ہے کہ وقف کونسل اور وقف بورڈ میں غیر مسلم ممبر ہوں گے، لیکن کوئی غیر مسلم، مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کوئی چیز وقف نہیں کر سکے گا اور وہ مسلمان ہو گیا تو بھی اسے پانچ سال اسلامی طرز کی زندگی گذارنی ہوگی، تبھی وہ وقف کرنے کی اہلیت حاصل کر سکے گا، جسے وقف کی اجازت نہیں اس کے اندر وقف کونسل کا ممبر بننے کی اہلیت اور صلاحیت کہاں سے آگئی، یہ ہندوستانی سیاست کا تضاد اور فرقہ پرستی کا وہ چشمہ ہے جو ہندوستانی دستور میں دی گئی مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق کے خلاف ہے، جو لوگ دستور کی حفاظت کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئین کے تقدس کی قسمیں کھاتے ہیں انہیں اس تضاد کو دور کرنے کے لیے آگے آنا چاہیے۔'' (واحد متکلم)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

حوصلہ بلند رکھئے

ارشاد ربانی ہے کہ ’’اے نبی! آپ کہہ دیجئے اے میرے بندو! جو اپنے آپ پر زیادتی کر گزرے ہیں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ وہ بے حد معاف کرنے والے اور بڑے ہی مہربان ہیں‘‘ (سورہ الزمر، آیت: ۵۳)

مطلب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہے، اگر کوئی بندہ نادانی و تساہلی میں کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے اور بعد میں اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم سے یہ عمل خلاف شریعت سرزد ہوگیا، پھر وہ صدق دل سے توبہ واستغفار کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمتوں کی چادر میں ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے، قرآن مجید نے اسی پس منظر میں یہ مژدہ سنایا کہ جو لوگ ایمان ویقین کی نعمت سے محروم تھے اور نادانی میں بڑے بڑے گناہ کئے، اب جبکہ وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور انہیں اپنے ماضی کے کرتوتوں پر شرمندگی کا احساس بھی ہے اور ندامت کے آنسو بھی بہارہے ہیں تو وہ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ اتنے کریم اور عظیم مغفرت والے ہیں کہ اللہ ان کے توبہ واستغفار کو قبول فرماکر ان کے سب گناہ کو معاف فرمادیں گے، چاہے وہ گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو، یہیں سے معلوم ہوا کہ مایوسی دل شکستگی اور قنوطیت کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں ہے اور مومن کو تو کبھی بھی اس کا شکار نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسے ہمیشہ اللہ کی رحمت کا امیدوار بنا رہنا چاہئے، البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مایوسی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، کبھی لوگوں میں مایوسی خواہشات نفس کی عدم تسکین کے باعث پیدا ہوتی ہے اور کبھی دوسروں سے بے جا توقعات رکھنے اور خلاف توقع ہونے کے سبب مایوسی ہوتی ہے، لیکن اس حقیقت کو جان لینا چاہئے کہ دنیا میں ہر چیز اور ہر انسان ہمارے پابند نہیں ہوتے، بسا اوقات ناموافق حالات پیش آتے ہیں، اس لئے اس میں اپنی کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات کو مدنظر رکھنا چاہئے، جب انسان اپنی ناکامی کے اسباب کو بھی مدنظر رکھے گا تو اس کی خواہش کی شدت میں نمایاں کمی واقع ہوگی۔

لہذا اس دنیا میں آدمی کو یہ کرنا ہے کہ وہ ناموافق حالات کو دیکھ کر مایوس نہ ہو اور نہ شکوہ شکایت اور احتجاج میں اپنا وقت ضائع کرے، بلکہ حکمت وتدبیر سے نئی منصوبہ بندی کے ساتھ نشان منزل کو طے کرے، کیونکہ جو کام پختہ عزم وارادے اور عزم واستقلال سے انجام دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ضروری وسائل مہیا کئے جاتے ہیں ایک نہ ایک دن کامیابی قدم چومتی ہے، اگر حوصلہ نہ ہو تو طاقت ور آدمی بھی کمزور اور مغلوب ہوکر مایوسی کا شکار ہوجاتا ہے، لہذا اپنے حوصلہ کو بلند رکھئے، بے جا خواہشات کو قابو میں رکھئے اور ہر کس وناکس سے حد درجہ توقعات سے گریز کیجئے، ان شاء اللہ مایوسی کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے اور آپ ترقی وخوشحالی کی طرف گامزن ہوں گے۔

مرحومین کے لئے صدقہ وخیرات کرنا بھی کار ثواب ہے

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت واقع ہونے سے پہلے کچھ بول سکتیں تو وہ ضرور کچھ صدقہ کرتیں تو اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہونچے گا، اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، پہونچے گا۔ (بخاری شریف)

وضاحت: شریعت کا عام اصول یہی ہے کہ آدمی پہلے ان حقوق اور ذمہ داریوں کو ادا کرے جن کا وہ ذاتی اور شخصی طور پر ذمہ دار ہے، اس لئے کہ کل قیامت کے دن سب سے پہلے اس کے ذاتی اعمال کے بارے میں بازپرس ہوگی، البتہ اگر ذاتی حقوق کی ادائیگی کے بعد کسی مرنے والے کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب وصلہ اس مرنے والے کے ساتھ ساتھ صدقہ کرنے والوں کو بھی عطا فرمائیں گے۔

لہذا مرنے والوں کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی واحسان کا ایک طریقہ ان کے لئے دعاء مغفرت کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے یا اس طرح ان کی طرف سے دوسرے اعمال خیر کرکے ان کو ثواب پہونچایا جائے، اس سلسلہ میں کتب حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، بخاری شریف میں حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کے انتقال کی تفصیل روایت میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت میں ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میری غیر موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لئے نفع بخش ہوگا، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، پہونچے گا، انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ اپنی والدہ مرحومہ کے لئے صدقہ کردیا، ایک دوسری حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے دادا نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ قربانی کرنے کی نذر مانی تھی ان کے بیٹے نے پچاس اونٹوں کی قربانی کردی اور دوسرے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ ایمان لے آئے اور پھر تم ان کی طرف سے صدقہ کرتے تو وہ ان کے لئے نفع بخش ہوتا، ایک دوسری حدیث ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر وثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ، ایسا علمی کام جس سے لوگ فائدہ اٹھارہے ہوں اور نیک وصالح اولاد جو ان کے لئے دعاء مغفرت کریں، ان روایات سے معلوم ہوا کہ اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کے لئے کوئی کار خیر کیا جائے تو اس کا اجر وثواب میت کو پہونچتا ہے، آپ بھی اس طرح کے کار خیر میں حصہ لیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ نے جن کے لئے نیک کام کیا ہے اس کو ترقیات سے نوازیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

وقف کا حکم

س: وقف کا کیا حکم ہے؟

ج: وقف کے احکام یہ ہیں: (۱) وقف کے تام ہونے کے بعد شیء موقوف واقف کی ملک سے نکل کر حکما اللہ کی ملک میں چلی جاتی ہے اب واقف اس کو نہ تو ختم کرسکتا ہے، نہ واپس لے سکتا ہے اور نہ ہی واقف کے انتقال کے بعد اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے۔ هو حبسها على حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من أحب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له إبطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى (الدر المختار على صدر رد المحتار ۶/ ۵۲۰، ۵۲۱) لا يجوز الرجوع عن الوقف (الدر المختار على صدر رد المحتار ۶/ ۶۸۴)

(۲) اسی طرح وقف میں ایسا کوئی تصرف نہیں کیا جاسکتا جس سے وقف کی افادیت ونافعیت ختم ہوجائے چنانچہ اس کو نہ تو بیچا جاسکتا ہے، نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے، نہ عاریت پر دی جاسکتی ہے، نہ رہن میں دیا جاسکتا ہے لا يباع أصلها ولا يوهب ولا يورث (الصحيح للبخارى كتاب الوصايا باب الوقف كيف يكتب: ۲۷۷۲) فاذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن (رد المحتار ۶/ ۵۲۹)

(۳) واقف کی غرض اور منشا کا خیال رکھنا ضروری ہے یعنی واقف نے جو چیز جس مقصد کے لیے وقف کی ہے اس کو اسی مقصد میں استعمال کرنا ضروری ہے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے شرط الواقف كنص الشارع اى فى المفهوم والدلاله ووجوب العمل به (الدر المختار على صدر رد المحتار ۶/ ۶۴۹) لأن مراعاة غرض الواقفين واجبة (رد المحتار ۶/ ۶۶۵)

زبانی وقف کا حکم

س: کیا وقف کے لیے تحریر ضروری ہے یا زبانی وقف بھی صحیح اور معتبر ہے؟

ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوقاف عموما زبانی ہی تھے اس لیے زبانی وقف بھی صحیح اور معتبر ہے، صحت وقت کے لیے باضابطہ تحریر یا رجسٹری ضروری نہیں ہے ثم إن أبا يوسف يقول يصير وقفا بمجرد القول لأنه بمنزلة الإعتاق عنده وعليه الفتوى (رد المحتار ۶/ ۵۲۰) البتہ بہتر یہ ہے کہ حکومت سے باضابطہ وقف نامہ رجسٹری کرالیا جائے تاکہ آئندہ اس تعلق سے کسی قسم کا اختلاف اور فتنہ پیدا نہ ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں خود کے وقف کیے ہوئے مال کی باضابطہ تحریر بنادی جس کی تفصیل سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۷۹ کتاب الوصایا باب ماجاء فی الرجل یوقف الوقف میں موجود ہے۔ جس کی جانب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں کتاب الوصایا کے تحت باب الوقف کیف یکتب کے ذریعہ اشارہ کیا ہے۔

غیر مسلم کے وقف کا حکم

س: اگر کوئی غیر مسلم مسجد، مدرسہ، قبرستان، عیدگاہ وغیرہ کے لیے اپنی کوئی زمین وجائیداد وقف کرے تو یہ وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج: صحت وقف کے لیے اسلام یعنی مسلمان ہونا شرط نہیں ہے لہذا کوئی بھی غیر مسلم کسی بھی نیکی کے کام مثلا مسجد، مدرسہ، عیدگاہ، قبرستان، مسافرخانہ وغیرہ کے لیے اپنی کوئی جائیداد وقف کرے تو شرعا یہ وقف صحیح ہے اس پر وقف کے احکام جاری ہوں گے اس لیے کہ ان چیزوں میں وقف کا مقصد نیکی اور بھلائی کا حصول ہی ہے أما الإسلام فليس من شرطه فتصح وقف الذمى بشرط قربةعندنا وعندهم (البحر الرائق ۵/ ۳۱۶)

وقف علی الاولاد کا حکم

س: وقف علی الاولاد جائز ہے یا نہیں اگر کوئی اپنی اولاد کے لیے اپنی جائیداد وقف کرے تو شرعا یہ وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج: وقف علی الاولاد جائز ہے، متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنی جائیداد اپنی اولاد پر وقف کی ہے جو اب تک وقف ہی ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر عبداللہ ابن زبیر الحمیدی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اپنا گھر اپنی اولاد پر وقف کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مروہ کے پاس اور ثنیہ میں واقع اپنا گھر اپنی اولاد پر وقف کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر میں اپنی زمین اور گھر اور مدینہ میں اپنے اموال اپنی اولاد پر وقف کیے، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ اور مصر میں واقع اپنا گھر اپنی اولاد پر وقف کیے اور یہ سارے اوقاف آج تک وقف ہی چلے آرہے ہیں، (نصب الرايه في تخريج احاديث الهدايه ۲/ ۱۶۸) لہذا اگر کوئی شخص اپنی کوئی جائیداد اپنی اولاد پر وقف کرے تو یہ وقف صحیح ہوگا اور اس کی صراحت اور منشا کے مطابق وقف کی آمدنی اس کی اولاد پر صرف ہوگی۔

وقت کی زمین کا تبادلہ

س: کیا وقف کی زمین کو دوسری زمین سے بدلا جاسکتا ہے؟

ج: وقف کی زمین کو براہ راست دوسری زمین سے بدلنے یا اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید کر اس کی جگہ وقف کرنے کے لیے ضروری ہے کہ واقف نے بوقت وقف یہ صراحت کردی ہو کہ واقف یا اس کے نامزد کسی فرد یا متولی کو اختیار ہوگا کہ وہ زمین کو دوسری زمین سے بدل دے یا اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید کر وقف کردے تو ایسی صورت میں واقف کی صراحت کے مطابق اس زمین کا تبادلہ ہوسکتا ہے شرعا جائز ہے اور اگر واقف نے اس کی کوئی صراحت نہ کی ہو اور وقف کی جائیداد بالکل نفع کے قابل نہ رہے تو ایسی صورت میں تبادلہ کا اختیار قاضی شریعت کو حاصل ہوگا اس کی اجازت کے بغیر تبادلہ صحیح نہیں ہوگا إعلم أن الإستبدال على ثلاثة وجوه الأول ان يشرطه الواقف لنفسه أو لغيره أو لنفسه وغيره فالإستبدال فيه جائز على الصحيح وقيل إتفاقا والثانى أن لا يشرط سواء شرط عدمه أو سكت لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكليه بل لا يحصل منه شيء أصلا أو لا يكفى بمؤونته فهو أيضا جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضى (رد المحتار ۶/ ۵۸۳) ألوقف إذا صار بحيث لا ينتفع به المساكين فللقاضى أن يبيعه ويشترى بثمنه غيره وليس ذلك إلا للقاضى (البحر الرائق ۵/ ۳۴۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 34 مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۹ ستمبر ۲۰۲۴ء روز سوموار

اسلام میں اوقاف اور تحفظ اوقاف

اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ اور صدقۂ نافلہ کی بڑی اہمیت ہے، یہ زکوۃ، صدقات واجبہ اور ایسے نسبی رشتوں پر خرچ کی جانے والی رقم سے الگ ایک چیز ہے، جن کا نان ونفقہ واجب ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے انفاق کی تلقین کی ہے، اور فرمایا کہ جو بچ جائے اسے خرچ کیا کرو اور جو کچھ بھی تم مال خرچ کرتے ہو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے، ایک اور آیت میں اللہ رب العزت نے واضح کر دیا کہ تم بھلائی کے مقام کو اس وقت تک پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرو۔

انسان کی سب سے پسندیدہ چیز جان ومال اور اولاد ہیں، ان کی محبوبیت دلوں میں اس قدر بیٹھی ہوئی ہے کہ آدمی اپنا سب کچھ اس کے حصول کے لیے قربان کرنے کو تیار رہتا ہے، جہاد میں جان ومال اور سماجی تقاضوں اور ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اللہ رب العزت نے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی، یہ صدقات نافلہ، قرض حسنہ کی شکل میں عموما ہوا کرتے ہیں، اللہ رب العزت نے اس پر بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ۔ لیکن مال میں منقولہ اور غیر منقولہ ہر قسم کی مالیت اور ملکیت شامل ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے ہی اللہ کے راستے میں غیر منقولہ جائیداد کنویں، باغات اور کھیتوں کے وقف کو رواج ملا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی فرمائی؛ بلکہ دینے والوں کو مختلف قسم کی بشارتیں دیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا وقف خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا کی زمین کے حصول کے بعد کیا، مدینہ پہونچنے کے بعد مخیریق نامی یہودی نے سات باغ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مرنے کے بعد پیش کرنے کی وصیت کی تھی، غزوہ احد میں جب وہ مارا گیا تو وہ ساتوں باغ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ (وقف) کر دیا، اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے کثرت سے وقف کرنا شروع کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خیبر کی زمین، حضرت عثمان نے ''بئر رومہ'' اور حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے ''بیرحا'' نامی باغ وقف کیا۔ جو اوقاف کی مشروعیت اور اس کی اہمیت بتانے کے لیے کافی ہیں۔

وقف کا اطلاق ہر قابل انتفاع چیز کو اپنی ملکیت سے نکال اللہ کی ملکیت میں دے دینے پر ہوتا ہے، جس کا نفع دائمی تو نہیں دیرپا ہو، دائمی اس لیے نہیں کہ یہ دنیا ہی فانی ہے، اس لیے یہاں کسی چیز کے بارے میں دوام کے ساتھ انتفاع کی شرط نہیں لگائی جاسکتی۔ ہندوستان میں مساجد، مدارس، خانقاہیں، قبرستان، مزارات، مسافر خانے وغیرہ کے لیے زمینوں کے وقف کرنے کا عام مزاج رہا ہے، جس سے امت کی مختلف قسم کی ضروریات پوری ہوتی رہی ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق وقف کرنے کے لیے تحریری دستاویز کی بھی ضرورت نہیں ہے، زبانی کہہ دینا کافی ہے، فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ کسی نے اپنی زمین میں اپنے صرفہ سے مسجد بنوائی اور عوام الناس کو نماز پڑھنے کی عمومی اجازت دیدی تو اسے مسجد کے طور پر وقف مانا جائے گا، جس زمین، دوکان، مکان وغیرہ کو وقف کر دیا گیا تو وہ بندے کی ملکیت سے نکل کر اللہ کی ملکیت میں چلا جاتا ہے، اللہ بے نیاز ہے اسے کسی چیز کی حاجت نہیں، اس لیے ملکیت اللہ کی اور اس کا نفع بندگان خدا کے لیے ہوا کرتا ہے، یعنی اللہ کی ملکیت میں جانے کے بعد کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کی ملکیت تبدیل کر دے، اسی لیے اوقاف کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی خرید وفروخت کسی کے لیے درست نہیں ہے، اوقاف کی زمینوں کو بارآور بنانا ایک دوسری چیز ہے اور اس کو فروخت کر کے دوسرے کے نام کرنا الگ چیز ہے، فروختگی سے اس کی ملکیت اور اوقاف کی حیثیت عرفی زائل ہو جاتی ہے، اس لیے کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، بعض مخصوص حالتوں میں قاضی شرع کی اجازت سے کچھ تغیر وتبدل کی گنجائش ہے، لیکن عمومی طور پر ایسا کرنے کی گنجائش کسی مرحلے میں نہیں ہے۔

وقف کردہ جائیدادیں چوں کہ اللہ کی ملکیت میں چلی گئیں، اس لیے اسلام نے اس کے انتظام وانصرام کا الگ سے نظام بنایا، چنانچہ اس کی دیکھ ریکھ کے لیے جب تک واقف حیات سے ہے وہ خود یا جس کو چاہے متولی کی حیثیت سے نامزد کر سکتا ہے، اس کو انتظام وانصرام کے لیے اوقاف کی تولیت دوسروں کو منتقل کرنے کا پورا اختیار ہے وہ اگر یکے بعد دیگرے متولی کی تعیین کرنا چاہے تو اس کی بھی اسے اجازت ہے، لیکن متولی کا مالکانہ حق نہیں ہوتا کہ وہ جیسے چاہے اس میں تصرف کرے اور جب متولی کو یہ اختیار نہیں ہے تو سرکار کی قائم کردہ وقف کونسل، ریاستی وقف بورڈ، وقف بورڈ کی ضلعی کمیٹیاں اور ضلع کے کلکٹر کو بھی اسے خرد بُرد کرنے کا حق نہیں ہے، اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ شرعی اور قانونی طور پر بھی جرم ہے، کیوں کہ وہ امانت میں خیانت کا مرتکب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''لا ایمان لمن لا امانۃ لہ'' جس کو امانت کا پاس نہیں اس کا ایمان معتبر نہیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ گوشت جو حرام چیزوں سے تیار ہوا، وہ جہنم کا زیادہ مستحق ہے، حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے ایک بالشت زمین بھی ظلما لیا تو اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

متولی کبھی خود واقف ہوتا ہے یعنی جس نے اللہ کی رضا کے لیے بندوں کی ضروریات کو سامنے رکھ کر کسی چیز کو اللہ کی ملکیت میں بشکل وقف دے دیا، اس کا نفع کہاں خرچ ہوگا، یہ واقف کی تعیین پر موقوف ہے، واقف نے جس کام کے لیے دیا ہے اور اس نے جن مقاصد کے لیے اسے وقف کیا ہے، اس سے سرمو انحراف کی گنجائش نہیں ہے، اگر اس نے غرباء، یتامیٰ، مساکین اور ضرورت مندوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے وقف کیا ہے تو اس کی آمدنی ان ہی مدات میں خرچ کی جائے گی، لیکن اگر اس نے مدارس، مساجد، مسافر خانے وغیرہ کے لیے وقف کیا ہے تو اس کی آمدنی دوسری چیزوں پر خواہ وہ جس قدر بھی ضروری ہوں، خرچ نہیں کی جاسکتی، اسلام میں واقف کی منشا اور مقاصد کی تعیین کا وہی مقام ہے جیسا قرآن واحادیث میں مذکور احکام کا ہے، اسی لیے منشاء واقف کو ''کنص الشارع'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کبھی کبھی واقف یہ چاہتا ہے کہ اس کی زمین تقسیم نہ ہو اور اس سے اس کی اولاد ہی نفع حاصل کرے تو وہ اپنے اولاد پر وقف کر دیتا ہے، جس کو وقف علی الاولاد کہتے ہیں، اس کی تولیت کی شکلیں طے کرتا ہے اور ان زمینوں کی آمدنی کا کچھ حصہ خیراتی کاموں کے لیے وقف کر دیتا ہے، شریعت میں اس کی بھی گنجائش ہے اور ہندوستان میں بہت سارے اوقاف کی حیثیت وقف علی الاولاد کی ہے۔

اسی طرح بہت ساری زمین وقف کی وہ ہیں جو نہ تو وقف بورڈ میں درج ہیں اور نہ ہی ان کے کاغذات موجود ہیں، لیکن برسہا برس اور بعضے سینکڑوں سال سے مسجد، قبرستان اور دوسرے کاموں میں استعمال ہو رہے ہیں، شریعت کی نظر میں وہ بھی وقف ہی ہیں اور ان کو نہ تو سرکار کو دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے، شریعت نے پورا نظام وقف مسلمانوں کو دیا ہے اس کی ضرورت اور اہمیت کے ساتھ اس کی نفع بخشی اور انتظام وانصرام کا جامع طریقۂ کار بھی عطا کیا ہے، ہم اس کے پابند ہیں کہ اس کے تحفظ کے لیے شرعی نظام کے حساب سے لگے رہیں اور چوں کہ اس کو تبدیل کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے اس لیے ایسی تمام کوششوں کو ہم مداخلت فی الدین سمجھیں اور ہر سطح پر دین میں مداخلت کرنے والی قوتوں کو ناکام کرنے کی سعی کریں۔

ہندوستان میں کثرت سے سروے کرنے والوں نے قبرستان اور غیر مزروعہ عام کو بہار سرکار لکھ دیا ہے، حالاں کہ قبرستان کی زمینیں مسلمان مردوں کو دفن کرنے کے لیے وقف کی گئی ہیں، اس لیے سروے میں اسے بہار سرکار لکھ دینا اوقاف کی زمین پر سرکاری قبضہ کے مترادف ہے، بہار میں جدید سروے کا کام شروع ہو گیا ہے، ایسے میں اپنی زمین وجائیداد کے ساتھ گاؤں میں اوقاف کی زمینوں کا سروے بھی وقف کی حیثیت سے کرنا چاہیے، اور اس کے لیے گاؤں اور محلوں کے لوگوں کو سرگرم ہونا ہوگا تاکہ اوقاف کی زمینوں پر سرکاری قبضہ کو روکا جاسکے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے ترمیمی بل آنے کے قبل ہی عوام کو بیدار کرنے کے لیے مختلف زون میں وقف بیداری کانفرنس کرنے کا فیصلہ لیا تھا اور طے پایا تھا کہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے خواص کا ایک اجتماع پٹنہ میں کیا جائے اس کی ذمہ داری مفکر ملت، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو دی گئی۔ حضرت دامت برکاتہم نے ہم خدام امارت شرعیہ (جن میں کئی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ارکان ہیں) کے ذریعہ ایک بڑی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا، جو پندرہ ستمبر کو باپو مہا سبھا گار نزد گاندھی میدان پٹنہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ اسی دن شام میں ایک اجلاس ''تحفظ مدارس اسلامیہ'' کے عنوان پر بھی المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کے ہال میں منعقد ہوگا، جس میں ناموس مدارس پر ہونے والے حملے کی دفاع کی صورت اور اس کے طریقہ کار پر تفصیلی گفتگو ہوگی، اس سلسلہ کا دعوت نامہ بھی چاروں صوبوں کے ذمہ داران مدارس اور وفاق المدارس الاسلامیہ سے ملحق مدارس تک پہونچا دیا گیا ہے۔

معاملہ وقف کا ہو یا مدارس کا، وقف ایکٹ میں مجوزہ ترمیمات کی بات ہو یا مدارس اسلامیہ کی حیثیت کے ختم کرنے پر بچوں کو اسکول میں داخل کرانے کی سرکاری مہم، دونوں انتہائی خطرناک ہیں، اور اس سے ہمارے ملی وجود اور دین کو خطرہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مختلف ملی تنظیموں نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اس مہم پر لبیک کہا ہے اور انہوں نے اپنے اپنے بینر تلے تحفظ اوقاف کی مہم چلا رکھی ہے، امارت شرعیہ مختلف ملی تنظیموں کو اپنے ساتھ لیکر چل رہی ہے اور سرکاری وزراء اور سیاست دانوں سے مل کر مشترکہ میمورنڈم پیش کر رہی ہے، گفتگو کی حد تک ان کی جانب سے مثبت باتیں سامنے آرہی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف تنظیموں کے ذریعہ الگ الگ میمورنڈم بھی پیش کیا جا رہا ہے، ہمارے نزدیک یہ طریقہ کار مناسب ہے، جو امارت شرعیہ کر رہی ہے۔ الگ الگ میمورنڈم میں یہ خطرہ ہے کہ کچھ متضاد باتوں کا اندراج میمورنڈم میں نہ ہو جائے؛ اس لیے کہ ترمیمی بل کے مسودات کو پڑھ کر نتائج کا اخذ واستنباط اپنی اپنی فہم پر مبنی ہے، ترمیمات کے الفاظ وہی ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر آدمی اس کو پڑھ کر وہیں پہونچ جائے، جو حکومت کی منشا ہے، خصوصا اس شکل میں جب قانون کے الفاظ اور اس کے محل استعمال کی نوعیت عام جگہوں پر اس کے استعمال سے الگ ہو اور اس کی معنویت کچھ اور کی متقاضی ہو، بہرکیف کوششیں جس طرف سے بھی کی جارہی ہیں، قابل تحسین ہیں، اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہندوستان کی چھوٹی بڑی سبھی ملی تنظیمیں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ساتھ ہیں اور سب مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجویز کے مطابق ہی آگے بڑھ رہی ہیں، یہ بڑی اچھی بات ہے، امت کا اتحاد ہی ہماری طاقت وقوت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں اسے ہر حال میں باقی رکھنا چاہیے۔

صاف ماحولیات کے لیے پیڑوں کی حفاظت

اس وقت پوری دنیا میں انسانی زندگی کو بغیر جنگ وجدال کے جس چیز سے سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے، وہ فضائی آلودگی ہے، فضا کو صاف ستھرا اور سانس لینے لائق بنانے میں سب سے بڑا ہاتھ نباتات کا ہوتا ہے، جس میں پیڑوں اور درختوں کو فوقیت حاصل ہے، انسان یہ جانتا ہے، عالمی سطح پر تحریک چلائی جاتی ہے کہ درختوں کو نہ کاٹا جائے، ہمارے ملک میں وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ اسے راکھی باندھ کر پیڑوں کی حفاظت کا پیغام دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود دنیا بھر میں پانچ کروڑ درخت کاٹے جا رہے ہیں، ہندوستان میں ایک اندازہ کے مطابق پینیس (35) ارب پیڑ ہیں، 3.50 کروڑ لوگ دنیا میں سیدھے جنگلوں سے روزگار لے رہے ہیں، چار کروڑ لوگ جنگل اور اس کے معلقات کے کاروبار سے جڑے ہوئے ہیں، اس اہمیت کے باوجود زمین پر 46% فی صد درخت پہلے ہی کاٹے جا چکے ہیں، گذشتہ پچیس سالوں میں جنگلات کا رقبہ پچاس لاکھ مربع میل تک سکڑ کر رہ گیا ہے، اب زمین پر صرف 4.06 ارب ہیکٹر ہی رہ گیا ہے، ہندوسان کے جنگلوں میں لگی آگ سے پیڑوں اور اس کے دھوئیں سے بھی فضائی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے، پوری دنیا میں اب صرف تین ٹریلین پیڑ بچے ہیں، جو فی کس 376 ہیں، جب کہ ہندوستان میں اس کی تعداد فی کس 27 ہے، ضرورت ہے کہ پیڑ لگائے جائیں اور جو بچ گیے ہیں ان کی حفاظت کی جائے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍ :مولانا طلحہ نعمت ندوی

مولانا سید علی حسن رونق استھانوی

بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کے اخلاف میں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ان کے ایک خلف الرشید تھے،جن کا نام حسن سجاد تھا،اور جو مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے تکمیل کر چکے تھے،لیکن عین عالم شباب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا۔مولانا نے 1934 کے زلزلہ کے متاثرین کی خدمت کے لئے چمپارن کے دورے پر تھے،باصرار گھر سے مدعو کیا گیا،تو بار بار کے اصرار کے بعد وہ صاحبزادے کے آخری دیدار کے لئے گئے اور پھر واپس آکر اپنے کام میں لگ گئے۔

ان کے علاوہ مولانا کی تین صاحبزادیاں تھیں جنہوں نے طبعی عمر پائی۔چنانچہ حضرت مولانا کے تین خویش میں ایک بہت ممتاز فاضل اور انتہائی بے نفس انسان تھے۔اگر چاہتے تو مولانا کی نسبت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے،اور آج کل دعویداروں کی طرح خود کو جانشین ثابت کر کے دوسروں کا مقابلہ کر سکتے تھے،جب کہ علمی استعداد میں کسی طرح کی کمی بھی نہیں تھی۔لیکن حضرت سجاد جس طرح خود بے نفس تھے اسی طرح ان کے خویش بھی اپنے تمام علمی کمالات کے ساتھ فقیر مزاج اور درویش صفت تھے۔شاید یہ حضرت والا ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد انہوں نے گمنامی کی زندگی گذاری اور کبھی خود کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی،حتی خود ان کے خسر کے قائم کردہ ادارہ میں وہ بالکل متعارف نہیں ہوسکے۔مولانا سید منت اللہ رحمانی کے بقول حضرت سجاد نے انڈی پنڈنٹ پارٹی کے صدر کی حیثیت سے دسیوں کو وزارت وصدارت کے عہدے دئے لیکن اپنے اس خویش رونق استھانوی کو پانچ روپے کی نوکری بھی نہیں دلائی۔حضرت والا کے انتقال کے بعد وہ مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں مدرس ہوگئے تھے اور پوری زندگی یہیں گذاری۔

ان کا پورا نام ابوالجمال سید علی حسن رونق استھانوی تھا،رونق شاعری کا تخلص تھا،اور فرزند جمال کی نسبت سے ابوالجمال کنیت بھی استعمال کرتے تھے۔موصوف کا وطن مشہور بستی استھانواں ہے جو حضرت مولانا سجاد کی سسرال بھی تھی،ان کے والد کا نام سید ابوالحسن اور دادا کا وارث علی بن فرزند علی بن کرم علی تھا،،دادا کی نسبت سے اب تک اہل خاندان وارثی لکھتے ہیں،ان کے والد سید ابوالحسن استھانوی کچھ دن معلم رہے پھر علاقہ کی ایک چھوٹی سی ریاست میں تحصیل دار ہوگئے تھے،اور چچا مولانا ابوالبرکات استھانوی بھی سجادہ نشیں خانقاہ مخدوم الملک بہار شریف حضرت شاہ امین فردوسی (1903) کے خلیفہ اور ممتاز عالم،اور ایک بھائی مولانا عبدالغفور شرر استھانوی ندوی (1959) ندوۃ العلماء میں معاون ناظم ،ایک بھائی حافظ صدرالحسن صاحب فاضل مدرسہ عزیزیہ بہار شریف فتوحہ کے ایک سرکاری اسکول میں مدرس تھے۔ان کے علاوہ خاندان کے دوسرے لوگوں میں متعدد اہل علم تھے۔

مولانا علی حسن رونق استھانوی کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہیں ہوسکا،اغلب یہ ہے کہ 1900 سے 1905 کے درمیان پیدائش ہوئی ہوگی۔انہوں نے ابتدائی تعلیم وطن ہی میں حاصل کی،منشی حبیب الرحمٰن بہاری سے مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں فن خطاطی سیکھی، پھر گیا تشریف لائے اور اپنے رضاعی بھائی مولانا خیرالدین گیاوی جو گیا کے مشہور عالم تھے،ان سے عربی اور حکیم محمد ابراہیم صاحب گیاوی سکریٹری طبیہ کالج گیا سے طب کی تحصیل،علامہ اسماعیل رسا گیاوی سے شاعری میں اصلاح لی، پھر مدرسہ انوارالعلوم گیا میں پڑھا، عجب نہیں کہ یہیں حضرت مولانا سجاد صاحب سے تلمذ حاصل ہوا ہو،اور یہیں علوم اسلامیہ کی تکمیل کی، پھر مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں داخلہ لے کر 1928ء میں فاضل کی سند حاصل کی،اور پٹنہ ہومیو پیتھک نیشنل کالج سے ہومیو پیتھک علاج کی سند بھی حاصل کی، اس طرح قدیم وجدید طب اور علوم اسلامیہ سب کے جامع ہوگئے،اور عالم،شاعر،خطاط اور حکیم بنے۔(بقیہ صفحہ ۱۳ رپر)

کتابوں کی دنیا ✍ : نور اللہ جاوید کولکاتا

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

یادوں کے چراغ-جلد پنجم

کہتے ہیں کہ شخصیت سازی کے عناصر ترکیبی میں ماحول، خطہ، مقامی تہذیب وثقافت کا اہم کردار ہوتا ہے۔مولانا ثنا الہدیٰ قاسمی کی شخصیت سازی میں ان عناصر ترا کیبی کا اہم کردار نظر آتا ہے۔فکری بلندی، وسعت ظرفی، تاریخ اور ادب پر گہری نظر کے ساتھ حق گوئی و بیبا کی جوان کی شخصیت کا حصہ ہے وہ دراصل اسی مٹی کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے۔ مولانا کی علمی، ودینی اور ادبی خدمات کے کئی اہم پہلو ہیں۔مستند عالم دین، کامیاب و بافیض استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ پر ان کی گہری نظر ہے،وہ حالات حاضرہ کے نباض بھی ہیں۔زبان وادب پر ان کی گرفت کسی سکہ بند ادیب سے کم نہیں ہے۔گزشتہ تین چار دہائیوں سے ملی تنظیموں اور اپنے وقت کے عظیم شخصیات سے رفاقت اور سرپرستی حاصل ہونے کی وجہ سے وہ ملت شناس اور ملت اسلامیہ کے راہ نما بھی ہیں۔ادب وثقافت کے شاہ سوار ہیں۔ادب کے مختلف اصناف پر انہیں دسترس حاصل ہے۔شاعری، فکشن ونان فکشن اور ایک نقاد کے طور پر بہار میں ہی نہیں ملک میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔مولانا کی کسی بھی تصنیف پر نقد وتبصرہ مجھ جیسے طالب علم کو کسی بھی درجے میں زیب نہیں دیتا ہے۔مولانا کے قلمی سفر کی جو عمر ہے وہ میرا پورا وجود ہے۔مولانا کی علمی و دینی عظمت میرے دل کے نہاں خانے میں عہد طفولیت سے ہی قائم ہے۔مولانا سے میرا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب میں شعور کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ رہا تھا۔یادش بخیر مادر علمی مدرسہ امدادیہ اشرفیہ سیتامڑھی کے طالب علمی دور میں ہی ''شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور تحریک آزادی'' کے عنوان سے مولانا کا مضمون پہلی مرتبہ پڑھنے کا موقع ملا تھا۔وہ دور ہے اور آج ہے۔میں مولانا کے قلم کے سحر میں مبتلا ہوں۔ایک طرح سے مولانا ساحر بھی ہیں جو ان کی تحریر وتقریر ایک مرتبہ پڑھ یا پھر سن لیتا ہے،وہ مولانا کے سحر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

مولانا کے گہر بار قلم سے چار درجن سے زائد کتابیں شائع ہوچکی ہیں جو علمی حلقے میں معروف ہیں۔''یادوں کے چراغ'' کی یہ پانچویں جلد شخصیاتی خاکے پر مشتمل ہے۔علمی، ادبی، سماجی شخصیات پر تسلسل کے ساتھ لکھنا اور ان کی سماجی وعلمی اور ادبی خدمات کا مختصر مگر جامع انداز میں سادہ انداز میں بیان کرنا اپنے آپ میں ایک بڑا کارنامہ ہے۔اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صالح معاشرہ کی تشکیل اور عرفان حق اور منزل ومقصود تک رسائی میں شخصیات کا مطالعہ بہت ہی اہم ہے۔مشہور اسلامی اسکالر پروفیسر خورشید احمد نے تاریخی اور مختلف شعبوں میں اہم خدمات انجام دینے والی شخصیات کے مطالعہ پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

شخصیات کے حوالے سے لکھنا اور حقائق ومعروضیات کی راہ پر چل کر غلو اور بے جا عقیدت کے اظہار سے دامن کو بچا کر ممدوح شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اور مکمل طور پر انصاف کرنا پل صراط کے سفر سے زیادہ خطرناک ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس راہ کے مسافر عام طور پر اپنے دامن کو غلو وعقیدت سے داغدار کر جاتے ہیں۔عقیدت میں اس قدر مبتلا ہوتے ہیں اساطیری کہانیاں اور حقائق سے ماوار ہوکر شخصیت کی عظمت و رفعت کی داستانیں گڑھی جاتی ہیں۔کبھی کبھی تفریط کے اس قدر شکار ہوجاتے ہیں کہ شخصیت کے قد کو چھوٹا کرنے کے فراق میں سچائی اور انصاف سے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔

''یادوں کے چراغ'' کی یہی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔نہ اس میں بے جا غلو وعقیدت کا اظہار ہے اور نہ ہی اس کیلئے سنی سنائی باتوں کا ذکر ہے۔نہ کسی ہم عصر شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے قد کو چھوٹا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔بلکہ مولانا نے شخصیات کی صالح فکر اور مثبت قدروں کو پیش کرنے پر زیادہ توجہ دی ہے۔میں نے یادوں کے چراغ کے بیشتر جلدوں کا مطالعہ کیا ہے۔میرے علم میں یادوں کے چراغ کی سیریز مولانا کی وسعت قلبی اور معلومات کے دائرہ کو بھی نمایاں کرتا ہے۔مولانا نے اپنے جن معاصرین پر قلم اٹھایا وہ کسی ایک مخصوص حلقے سے نہیں آتے ہیں۔ان میں علما وصلحا، ادیب وشعرا، سماجی شخصیات، صحافی برداری، سیاسی شخصیات سب شامل ہیں۔بلکہ مولانا نے ایسی گم نام شخصیتوں پر بھی قلم اٹھایا ہے اگر وہ اس پر قلم نہیں اٹھاتے تو اس شخصیت سے دنیا کبھی واقف بھی نہیں ہوتی۔مجھے یاد نہیں ہے کہ یادوں کے چراغ کی کس جلد میں مولانا ثنا الہدیٰ نے بہار کے مشہور بریلوی عالم دین جو شاعر بھی ہیں مولانا شبنم کمالی کا ذکر انتہائی عقیدت واحترام سے کیا ہے۔مولانا کمالی اور مولانا ثنا الہدیٰ قاسمی کی فکر ونظر، مکتب فکر میں بعد ین کا تعلق ہے۔مگر مولانا ثنا الہدیٰ نے مولانا کمالی کی شاعرانہ عظمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔یہ طریقہ میدان تحریر میں نوآوردکیلئے بڑا اسبق آموز بھی ہے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں علما و مشائخ کا ذکر ہے، دوسرے حصے میں شعرا و ادبا، اساتذہ وصحافی حضرات کا ذکر ہے۔تیسرا باب ''بھولے بسرے لوگ'' کے ذکر پر مشتمل ہے اور چوتھے باب میں تین زندہ شخصیات کی زندگی کو قلم بند کیا گیا ہے۔''یادوں کے چراغ'' سوانحی خاکہ ہے یا تذکرہ نگاری، یہ خالص ادبی بحث ہے اس میں الجھے بغیر یہ بات کہی جاسکتی ہے اس کتاب کے مشمولات کے مطالعے سے مصنف کی صالح فکر اور مثبت سوچ کیکا پتہ چلتا ہے، شخصیات پر قلم اٹھانے کیلئے تنازعات میں پڑنا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی شخصی عظمت کو قائم کرنے کیلئے لفاظی ضروری ہے۔اگر سادہ اور سیدھے انداز مگر جملہ و بیان کی ساخت کا لحاظ کرتے ہوئے بات کی جائے تو دل تک دستک دی جاسکتی ہے۔مولانا نے الفاظ ومتبادل اور استعارات کے ذریعہ اپنی ادبی قابلیت کا رعب قائم کیے بغیر بہت ہی سادہ مگر سلیس اور صاف ستھری زبان میں شخصیات کا تعارف اس طرح سے لکھا ہے کہ قاری جب شروع کرتا ہے تو مضمون مکمل کئے بغیر کتاب بند نہیں کرتا۔

کتاب کے ابتدائیہ میں پٹنہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے پروفیسر ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی نے ''حرفِ چند'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ ''زیر نظر کتاب یادوں کے چراغ مختلف شخصیات پر لکھی گئی ان کی شخصی وتاثراتی تحریروں کا مجموعہ ہے، جسے انہوں نے سوانحی خاکہ کا نام دیا ہے۔خاکہ ادب کی ایک معروف صنف ہے جس کے اپنے تقاضے ہیں مجھے ان تحریروں میں خاکہ سے زیادہ تذکرہ کی کیفیت دکھائی دیتی ہے''۔

مگر میں یہاں پر ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی کی علمی وادبی عظمت کے اعتراف کے ساتھ اختلاف کرنے کی جرأت کرتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ مولانا نے اپنی اس کتاب کو سوانحی خاکہ زمرے میں شامل کیا ہے۔اس معاملے میں وہ حق بجانب بھی ہیں کیوں کہ ''ادب لطیف کی ایک قسم خاکہ نگاری ہے۔کہتے ہیں کہ خاکہ وہ تحریر ہے جس میں خاکہ نگار کسی انسان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کرے کہ وہ شخصیت قاری کو ایک زندہ شکل میں نظر آئے اور خاکہ نگار نے اس انسان کی زندگی کا جس قدر مشاہدہ کیا ہو غیر جانب داری سے اس سے متعلقہ حالات اور واقعات کو قاری کے مطالعے میں لے آئے۔خاکہ نگاری کی ایک سیدھی سادی تعریف یہ بھی ہے کہ جب ہم کسی کا خاکہ پڑھیں تو اس کی شخصیت سے متعارف ہوتے چلے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ اس شخصیت کے تمام پہلوؤں سے آگاہی حاصل ہوجائے۔سوانحی خاکہ کی اس تعریف کے تناظر میں دیکھا جائے تو یادوں کے چراغ میں انسانی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے کہ شخصیت کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کی علمی ودینی خدمات سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔اخیر میں اپنی گفتگو کا اختتام پروفیسر ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی کے اقتباس سے کرتا ہوں۔

''مفتی ثنا الہدیٰ قاسمی نثر کے آدمی ہیں اور ہر موضوع پر بلا تکان یکساں رفتار سے لکھتے ہیں؛ اس لئے ان کا اسلوب بھی سادہ رواں اور سلیس ہے۔وہ زبان کی باریکیوں سے واقف ہیں اور کس موضوع کو کس اسلوب میں برتنا ہے اس پر گہری نظر رکھتے ہیں''۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

راست بازی کا کرشمہ: حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ ہے کہ ایران کا ایک شہزادہ جو مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ جنگ کرتا تھا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا تھا، وہ ایک مرتبہ گرفتار ہوکر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا، جب آپ نے جلاد کو بلالیا، اس وقت شہزادہ بھی سامنے کھڑا تھا، تو آپ نے شہزادہ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی آخری خواہش ہے؟ کیونکہ عام طور پر جس پر حد جاری کی جاتی ہے، اس سے پوچھا جاتا تھا، اس نے کہا کہ مجھے پانی پینے کی تمنا ہو رہی ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اس کو پانی کا پیالہ دے دو، چنانچہ پانی کا پیالہ جب اسے دیا گیا تو وہ شہزادہ پی نہیں رہا تھا، اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، آپؓ نے فرمایا کہ تو پانی کیوں نہیں پیتا، وہ کہنے لگا، مجھے اس جلاد کی تلوار کا خوف ہے کہ کہیں میں پانی پینے لگوں اور یہ تلوار کا وار کرکے میری گردن اڑا دے، حضرتؓ نے فرمایا: ''تم مطمئن رہو کہ جب تک تم پانی نہیں پی لوگے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا، تو اس شہزادے نے چالاکی یہ کی کہ اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرادیا، پانی زمین میں جذب ہوگیا، وہ کہنے لگا کہ اے مسلمانوں کے امیر المومنین! اپنے وعدہ پر پکے رہئے کیونکہ میں نے پانی نہیں پیا، اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے، اب حضرت عمرؓ کے سامنے یہ ایسا موقع تھا کہ ایک طرف تو اتنا بڑا دشمن اسلام کھڑا ہے اور دوسری طرف زبان کا قول ہے، عقل کہتی ہے کہ تم ان کی بات کو نہ سنو اور اس کی گردن اڑادو کیونکہ یہ اسلام کو نقصان دینے والا بندہ ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا کہ میں نے قول دے دیا تھا، لہٰذا چونکہ وہ پانی تم نے نہیں پیا، ہم تمہیں قتل نہیں کرسکتے، اس لیے میں تمہارے قتل کا حکم واپس لیتا ہوں، جب آپ نے قتل کا حکم واپس لے لیا تو مسلمان بڑے حیران ہوئے کہ شہزادہ اپنی چالاکی کی وجہ سے پھر بچ نکلا، لیکن حیرانی اس بات پر ہوئی کہ جب اسے معافی کا حکم نامہ سنایا تو وہ کہنے لگا 'امیر المومنین! میں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ اگر جلاد کو دیکھ کر میں کلمہ پڑھ لیتا تو دنیا کہتی کہ شہزادہ تھا، موت کے ڈر کی وجہ سے مسلمان ہوگیا، میں نے ایک حیلہ اختیار کیا، جس سے کہ اب میری جان بچ گئی، آپ مجھے قتل نہیں کرسکے، اب میں آزاد ہوں، اپنے دل سے کہتا ہوں کہ جس دین کے اندر سچ کا اتنا احترام ہے میں بھی اس دین کو قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ شہزادہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کئی معاملات میں اس سے مشورہ کرتے تھے، وہ اسلام کا دشمن پھر اسلام کا بہت بڑا جرنیل بن کر زندگی گزارنے والا بن گیا، اس واقعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ عقل کہتی ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے، جان چھوٹ جائے گی، ہرگز نہیں، ہم سچ بولیں گے، سچ ہمیشہ آسان راستہ ہوتا ہے اور سچ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے۔

ملنا جلنا، کھانا پینا سبھی ہو اللہ کیلئے: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ دریائے جمنا کے کنارے رہتے تھے، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ دریا کے دوسرے کنارے میرا ایک کام ہے، لیکن دریا کے اندر طوفان بہت ہے، جس کی وجہ سے کشتی کے ذریعہ جانا مشکل ہے، اب میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: جاؤ اور دریا کے کنارے کھڑے ہوکر کہہ دو کہ تجھے اس شخص کی طرف سے پیغام ہے جس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری نہیں کی اور نہ کبھی کھانا کھایا ہے، کہ تم مجھے راستہ دے دو، اب وہ بندہ تو یہ سن کر چلا گیا اور جاکر دریا کو وہی پیغام دیا، دریا کی طغیانی کم ہوگئی اور اس شخص نے آرام سے دریا پار کرلیا۔

ادھر بیوی صاحبہ نے بھی شوہر کی یہ بات سن لی تھی اور ماشاء اللہ سات بچے بھی تھے، وہ بڑی تلملائی کہ یہ عجیب ہے مجھے رسوا کر رہا ہے، وہ بزرگ جب اپنے گھر میں آئے تو وہ آگے غصے سے بھری بیٹھی تھی، کہنے لگی کہ یہ جو تو کھا کھا کر موٹا ہو رہا ہے، اس کو تو تو جان اور تیرا خدا، لیکن یہ بتا کہ تو نے جو میرے ساتھ کبھی ملاقات نہیں کی تو یہ سات بچے کہاں سے ہوگئے، اس پر انہوں نے اس کو وضاحت کے ساتھ بات سمجھائی کہ دیکھ میں نے جب بھی کھانا کھایا، ہمیشہ اس نیت سے کھایا کہ اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ تیری جان کا تجھ پر حق ہے، اس لئے اپنی جان کا حق ادا کرنے کیلئے کھانا کھایا، نفس کی لذت کی وجہ سے کبھی نہیں کھایا، اسی طرح اگرچہ میں سات بچوں کا باپ ہوں مگر بیوی سے ملاقات کرتے ہوئے میرے دل میں ہمیشہ یہ نیت ہوتی تھی کہ شریعت نے مجھ پر بیوی کے حقوق عائد کئے ہیں، لہٰذا میں اپنی بیوی کا حق ادا کر رہا ہوں، میرا مقصد فقط نفس کی لذت اور اپنی خواہشات کو پورا کرنا نہیں ہوتا تھا، اگرچہ میں نے اتنی بار اس کا حق ادا کیا مگر یہ ایسے ہی تھا جیسے میں نے اپنے لئے کیا ہی نہیں۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات: ۱/۴۳۲)

شدت بھوک میں بھی ترک اخلاص گوارہ نہیں: احمد بلگرامیؒ ایک دن وضو کر رہے تھے، وضو کرنے کے بعد جب اٹھے تو نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے نیچے گر گئے، جو شاگرد وضو کروا رہا تھا، اس نے پوچھا، حضرت! کیا ہوا ان کی زبان سے نکل گیا، میں تین دن سے فاقے سے ہوں، اس کمزوری کی وجہ سے چکر آیا اور میں گر گیا، وہ شاگرد ان کو چھوڑ کر کھانا لینے چلا گیا، کھانا لاکر اس نے عرض کیا، حضرت! کھانا کھا لیجئے، حضرت نے فرمایا، میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا، اس نے پوچھا، کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ جب میں نے تمہیں بتادیا کہ میں تین دنوں سے فاقے سے ہوں اور تم چلے گئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ تم کھانے کی کوئی چیز لے کر آؤ گے، یہ جو طمع مخلوق کے ساتھ ہے، اس کو اشراف نفس کہتے ہیں، یہ بھی ماسوا کے ساتھ طمع ہے، میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا اور میں اپنی امیدیں فقط اللہ کے ساتھ رکھتا ہوں، چنانچہ انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کردیا، مگر وہ شاگرد بھی اتنا ہونہار تھا کہ جب حضرت نے انکار کردیا، تو کہنے لگا، حضرت! اچھا آپ کھانا نہیں کھاتے تو میں کھانا لے جاتا ہوں، وہ کھانا لے کر چلا گیا اور پانچ دس منٹ نظر سے اوجھل رہا، اس کے بعد پھر واپس آگیا اور عرض کرنے لگا، حضرت! اب تو آپ کے دل سے طمع ختم ہوگئی ہے، اب میں دوبارہ کھانا لے آیا ہوں، آپ قبول فرمالیں، اب حضرت نے وہ کھانا قبول فرمالیا... پتہ چلا کہ ہمارے مشائخ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کے لئے کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بندے کی نیت کے مطابق معاملہ فرمادیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۲/۹۵)

ریا سے مٹ جاتے ہیں اجر وثواب: ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے سورۃ ''طٰہٰ'' کی تلاوت کی، رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک قرآن مجید ہے، جس کے اوپر سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے، انہوں نے خواب میں بھی سورہ طٰہٰ پڑھی وہ بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے نامہ اعمال میں سورۃ ''طٰہٰ'' کی تلاوت کا اجر لکھ دیا گیا ہے۔

جب شوق سے دیکھ رہے تھے تو ایک صفحہ پر دیکھا کہ درمیان میں سے کچھ آیتوں کی جگہ خالی ہے، وہ خواب میں ہی بڑے حیران ہوئے کہ یہ جگہ خالی کیوں ہے، سوچتے رہے، سوچتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور خواب میں ہی یہ خیال آیا کہ ہاں جب میں تلاوت کر رہا تھا تو اس وقت ان آیات کی تلاوت کرتے وقت ایک واقف بندہ میرے قریب سے گزرا تھا اور میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ یہ بندہ میری تلاوت سن کر خوش ہوگا، بس دل میں اتنے سے خیال کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی تلاوت کے اجر سے محروم فرمادیا کہ دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ یہ بندہ تلاوت سن کر خوش ہوگا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۲/۱۷۰)

شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا سے بے رغبتی: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سامان تجارت ایک جہاز میں آرہا تھا، کسی نے آکر بتایا کہ حضرت! اطلاع ملی ہے کہ وہ جہاز ڈوب گیا ہے، حضرت نے فرمایا: الحمد للہ، تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ حضرت! وہ جہاز بچ کر کنارے لگ گیا ہے، حضرت نے فرمایا الحمد للہ، ایک آدمی پوچھنے لگا، حضرت! ڈوبنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمد للہ اور بچنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمد للہ؟ حضرت نے فرمایا کہ جب ڈوبنے کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے دل میں جھانکا تو اس میں اس کا غم نہیں تھا اس لئے میں نے کہا الحمد للہ اور جب بچنے کی اطلاع ملی تو میں نے دل میں جھانکا تو اس میں خوشی نہیں تھی، چنانچہ میں نے کہا الحمد للہ۔

مولیٰ!... میرے بڑھاپے کی لاج رکھ لے: حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی حدیث پڑھائی، یہاں تک کہ ایک وقت میں چالیس چالیس ہزار شاگران سے حدیث پڑھا کرتے تھے، جب وہ فوت ہونے لگے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹادو، نیچے نہ کوئی قالین تھا، نہ کوئی فرش تھا اور نہ کوئی سنگ مرمر لگا ہوا تھا، تاہم شاگردوں نے تعمیل حکم میں ان کو زمین پر لٹادیا، یہ دیکھ کر طلباء کی چیخیں نکل گئیں کہ اتنے بڑے محدث اپنی داڑھی کو پکڑ کر اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنے لگ گئے اور روتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! عبد اللہ کے بڑھاپے پر رحم فرمانا...... اللہ اکبر...... جس نے ساری زندگی حدیث پڑھائی اس نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! میں نے حدیث کے درس دیئے، میں نے لوگوں کو دین کی طرف بلایا، میں نے لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کیا، کوئی عمل اس قابل نہیں سمجھا جو اللہ کے حضور پیش کرسکیں، بالآخر عاجزی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! عبد اللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما، وہ اپنے سفید بالوں کو پیش کرتے تھے کہ اے اللہ! کوئی عمل ایسا نہیں جو آپ کے سامنے پیش کرسکیں، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیے، ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہئے کہ ہم بھی اپنے گناہوں کو یاد کرکے اللہ تعالیٰ کے سامنے نادم ہوں اور اس کا خوف طلب کریں، تاکہ گناہوں سے بچ سکیں، اس طرح مانگیں کہ جیسے ہمیں جو کچھ ملنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ملنا ہے، اس در سے ہٹ کر ہم جائیں گے تو ہمیں کچھ نہیں مل سکتا۔ (واقعات فقیر: ۱/۲۰۰)۔

دولت کے نشہ میں اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولیئے: سلطان محمود غزنویؒ ایک بڑا نیک مسلمان بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا۔ وہ ایک دیہاتی آدمی تھا، لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آگئی اس لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرمالیا۔ اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی ہمت افزائی کیوں ہوتی ہے؟ اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تاکہ یہ یہاں سے دفع ہوجائے اور دور ہوجائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن سنا کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں۔ پڑھے لکھیں ہیں۔ خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں لیکن آپ کی محبت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کو بھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا۔ اس نے اس کی قاشیں بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروادی۔ ایک قاش ایاز کو بھی دی۔ اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا۔ ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے۔ لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ عرض کیا، بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ بادشاہ نے کہا، آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا۔ مجھے خیال آیا کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی تو میں اس کو کیسے واپس کروں؟ لہٰذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہوجائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گذاری بجالائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انتہا نہیں۔ اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

Scanned with CamScanner

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حکمت عملی

مولانا امین احسن اصلاحی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔جس طرح بحثیت ایک مزکی نفوس اور ایک معلم اخلاق کے ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے اسی طرح ایک ماہر سیاست اور ایک مدبر کامل کے بھی اسوہ اور مثال ہے، اس سیاسی زندگی میں وہ تمام مراحل آپ کو پیش آئے جن کے پیش آنے کی ایک سیاسی زندگی میں توقع کی جاسکتی ہے۔آپ نے ایک طویل عرصہ تک نہایت مظلومیت کی حالت میں گزارا، اور کم و بیش اتنا ہی عرصہ آپ نے اقتدار اور سلطنت کا گزارا۔اس دوران میں آپ کو حریفوں اور حلیفوں، دونوں سے مختلف قسم کے سیاسی اور تجارتی معاہدے کرنے پڑے، دشمنوں سے متعدد جنگیں کرنی پڑیں۔عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف جوابی اقدامات کرنے پڑے۔قبائل کے وفود سے معاملے کرنے پڑے۔آس پاس کی حکومتوں کے وفود سے سیاسی گفتگوئیں کرنی پڑیں، اور سیاسی گفتگوؤں کے لیے اپنے وفود ان کے پاس بھیجنے پڑے۔بعض بیرونی طاقتوں کے خلاف فوجی اقدامات کرنے پڑے۔یہ سارے کام آپ نے انجام دیے، لیکن دوست اور دشمن ہر شخص کو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ نے اپنی کسی بات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔کوئی بات کہہ چکنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا۔کسی معاہدہ کی کبھی خلاف ورزی نہیں کی۔حلیفوں کا نازک سے نازک حالات میں بھی ساتھ دیا، اور دشمنوں کے ساتھ بدتر سے بدتر حالات میں بھی انصاف کیا۔

اگر آپ دنیا کے مدبرین اور اہل سیاست کو اس کسوٹی پر جانچیں تو میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو بھی آپ اس کسوٹی پر کھرا نہ پائیں گے۔پھر یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ سیاست میں عبادت کی سی دیانت اور سچائی قائم رکھنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سیاست میں کبھی کسی ناکامی کا تجربہ نہیں کرنا پڑا۔اب آپ اس چیز کو چاہے تدبر سے تعبیر کیجیے یا حکمت نبوت سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست اور حضور کے تدبر کا یہ بھی اعجاز ہے کہ آپ نے عرب جیسے ملک کے ایک ایک گوشہ میں امن وامان اور عدل وانصاف کی حکومت قائم کردی۔کفار ومشرکین کا زور آپ نے اس طرح توڑ دیا کہ فتح مکہ کے موقع پر فی الواقع انھوں نے گھٹنے ٹیک دیے۔یہود کی سیاسی سازشوں کا بھی آپ نے خاتمہ کردیا۔رومیوں کی سرکوبی کے لیے بھی آپ نے انتظامات فرمائے۔یہ سارے کام آپ نے کرڈالے، لیکن اس سارے جہاد کے اندر انسانی خون بہت کم بہا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی تاریخ بھی شہادت دیتی ہے اور آج کے واقعات بھی شہادت دے رہے ہیں کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے انقلابات میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور مال واسباب کی بربادی کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے جو انقلاب برپا ہوا، اس کی عظمت اور وسعت کے باوجود شاید ان نفوس کی تعداد سو سے زیادہ نہیں ہوگی، جو اس ساری جدوجہد کے دوران میں حضور کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے یا مخالف گروہ کے آدمیوں میں سے قتل ہوئے۔

پھر یہ بات بھی غایت درجہ اہمیت رکھتی ہے کہ دنیا کے معمولی معمولی انقلابات میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں فاتح فوجوں کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں۔اس تہذیب وتمدن کے زمانہ میں بھی ہم نے دیکھا ہے کہ فاتح ملک کی فوجوں نے مفتوح ملک کی سڑکیں اور گلیاں حرام کی نسلوں سے بھردی ہیں۔اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ارباب سیاست اس صورت حال پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرنے کے بجائے اس کو ہر انقلاب کا ایک ناگزیر نتیجہ قرار دیتے ہیں، لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دنیا میں جو انقلاب رونما ہوا، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کوئی ایک واقعہ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا کہ کسی بے جا پر دست درازی ہوئی ہو۔

اہل سیاست کے لیے طمطراق بھی سیاست کے لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے۔جو لوگ عوام کو ایک نظام میں پرونے اور ایک نظم قاہر کے تحت منظم کرنے کے لیے اٹھتے ہیں، وہ بہت سی باتیں اپنوں اور بیگانوں پر اپنی سطوت جمانے اور اپنی ہیبت قائم کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں ان کی سیاسی زندگی کے لازمی تقاضوں میں سے ہیں۔اگر وہ یہ باتیں نہ اختیار کریں گے تو سیاست کے جو تقاضے ہیں، وہ ان کے پورے کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔اسی طرح کے مقاصد کے پیش نظر جب وہ نکلتے ہیں تو بہت سے لوگ ان کے جلو میں چلتے ہیں۔جہاں وہ ظاہر ہوتے ہیں، ان کے نعرے بلند کرائے جاتے ہیں۔جہاں وہ اترتے ہیں، ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔جلسوں میں ان کے حضور میں ایڈریس پیش کیے جاتے ہیں اور ان کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔جب وہ مزید ترقی کر جاتے ہیں تو ان کے لیے قصر وایوان آراستہ کیے جاتے ہیں، ان کو سلامیاں دی جاتی ہیں، ان کے لیے برّی وبحری اور ہوائی خاص سواریوں کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔جب کبھی وہ سڑک پر نکلنے والے ہوتے ہیں تو وہ سڑک دوسروں کے لیے بند کردی جاتی ہے۔

اس زمانہ میں ان چیزوں کے بغیر کسی صاحب سیاست کا تصور نہ دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں اور نہ کوئی صاحب سیاست ان لوازم سے الگ خود اپنا کوئی تصور کرتا ہے، لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتبار سے بھی دنیا کے تمام اہل سیاست سے الگ رہے۔جب آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں چلتے تو کوشش فرماتے کہ سب کے پیچھے چلیں۔مجلس میں تشریف رکھتے تو اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے تو دوزانو ہو کر بیٹھتے اور فرماتے کہ میں اپنے رب کا غلام ہوں اور جس طرح ایک غلام کھانا کھاتا ہے، اسی طرح میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔نہ آپ کے لیے کوئی خاص سواری تھی، نہ کوئی خاص قصر وایوان تھا، نہ کوئی خاص باڈی گارڈ تھا۔آپ جو لباس دن میں پہنتے، اسی میں شب میں استراحت فرماتے اور تمام اہم سیاسی امور کے فیصلے فرماتے۔

یہ خیال نہ فرمائیے کہ اس زمانہ کی بدویانہ زندگی میں سیاست اس طمطراق اور اس ٹھاٹ باٹ سے آشنا نہیں ہوئی تھی، جس طمطراق اور جس ٹھاٹ باٹ کی وہ اب عادی ہوگئی ہے۔جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں، ان کا خیال بالکل غلط ہے۔سیاست اور اہل سیاست کی تانا شاہی ہمیشہ سے یہی رہی ہے۔فرق اگر ہوا ہے تو محض بعض ظاہری باتوں میں ہوا ہے۔البتہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے رکھا جس میں دنیوی کرّ وفر کے بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا۔لیکن اس سادگی اور فقر ودرویشی کے باوجود اس کے دبدبے اور اس کے شکوہ کا یہ عالم تھا کہ روم وشام کے بادشاہوں پر اس کے تصور سے لرزہ طاری ہوتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست اور آپ کے تدبر کا ایک اور پہلو بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تربیت کر کے تیار کردی جو آپ کے پیدا کردہ انقلاب کو اس کے اصلی مزاج کے مطابق آگے بڑھانے، اس کو مستحکم کرنے اور اجتماعی وسیاسی زندگی میں اس کے تمام مقتضیات کو بروے کار لانے کے لیے پوری طرح اہل تھے۔چنانچہ اس تاریخی حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا کہ حضور کی وفات کے بعد اس انقلاب نے عرب سے نکل کر آس پاس کے دوسرے ممالک میں قدم رکھ دیا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کرۂ ارض کے تین براعظموں میں اس نے اپنی جڑیں جمالیں۔اور اس کی اس وسعت کے باوجود اس کی قیادت کے لیے موزوں اشخاص ورجال کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔میں نے جن تین براعظموں کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے متعلق یہ حقیقت بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے اندر وحشی قبائل آباد نہیں تھے، بلکہ وقت کی نہایت ترقی یافتہ جبار وقہار شاہنشاہتیں تھیں۔لیکن اسلامی انقلاب کی موجوں نے جزیرۂ عرب سے اٹھ کر ان کو ان کی جڑوں سے اس طرح اکھاڑ پھینکا، گویا زمین میں ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تھی۔اور ان کے ظلم وجور کی جگہ ہر گوشے میں اسلامی تہذیب وتمدن کی برکتیں پھیلا دیں جن سے دنیا صدیوں تک متمتع ہوتی رہی۔

دنیا کے تمام مدبرین اور اہل سیاست کی پوری فہرست پر نگاہ ڈال کر غور کیجیے کہ ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر آتا ہے جس نے اپنے دو چار ساتھی بھی ایسے بنانے میں کامیابی حاصل کی ہو، جو اس کے فکر وفلسفہ اور اس کی سیاست کے ان معنوں میں عالم اور عامل رہے ہوں، جن معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے عالم وعامل ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔

آخر میں ایک بات بطور تنبیہ عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ آپ نبی خاتم اور پیغمبر عالم ہیں۔سیاست اور تدبر اس مرتبۂ بلند کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔جس طرح ایک حکمران کی زندگی پر ایک تحصیل دار کی زندگی کے زاویہ سے غور کرنا ایک بالکل ناموزوں بات ہے، اس سے زیادہ ناموزوں بات شاید یہ ہے کہ ہم سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک ماہر سیاست یا ایک مدبر کی زندگی کی حیثیت سے غور کریں۔نبوت اور رسالت ایک عظیم عطیۂ الٰہی ہے۔جب یہ عطیہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بخشتا ہے تو وہ سب کچھ اس کو بخش دیتا ہے، جو اس دنیا میں بخشا جاسکتا ہے۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف نبی ہی نہیں تھے، بلکہ خاتم الانبیا تھے، صرف رسول ہی نہیں تھے، بلکہ سید الرسل تھے۔صرف اہل عرب ہی کے لیے نہیں، بلکہ تمام عالم کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی تعلیم وہدایت صرف کسی خاص مدت تک ہی کے لیے نہیں تھی، بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والی تھی اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دین رہبانیت کے داعی بن کر نہیں آئے تھے، بلکہ ایک ایسے دین کے داعی تھے جو روح اور جسم، دونوں پر حاوی اور دنیا وآخرت، دونوں کی حسنات کا ضامن تھا۔جس میں عبادت کے ساتھ سیاست اور درویشی کے ساتھ حکمرانی کا جوڑ محض اتفاق سے نہیں پیدا ہوگیا تھا، بلکہ یہ عین اس کی فطرت کا تقاضا تھا۔جب صورت حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ حضور سے بڑا سیاست دان اور مدبر کون ہوسکتا ہے، لیکن یہ چیز آپ کا اصلی کمال نہیں بلکہ، جیسا کہ میں نے عرض کیا، آپ کے فضائل وکمالات کا محض ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔

وقت سے پہلے طوفان کا اندازہ

مسلمان وقت سے پہلے طوفان کا اندازہ کرلیں، اور یہ سمجھ لیں کہ ان کو ایسی تعلیم درکار ہے، جس سے مسلمان مسلمان بھی باقی رہیں، اور اس راہ میں جو غفلت سرکاری مدارس کے پہلے دور میں ان سے ہو چکی ہے، وہ اس آنے والے دور میں نہ ہو۔تعلیم کی اہمیت بہت بڑی ہے، یہی وہ سانچہ ہے جس میں ملت کے نوجوان افراد ڈھل کر نکلتے ہیں، ان کی ذہنی تربیت، اخلاقی نشو ونما، دماغی استعداد اور قلبی قوتِ یقین، یعنی ساری ذہنیت اس کے ذریعہ بنائی اور بگاڑی جاسکتی ہے، امت کو جیسے افراد کی ضرورت ہے، وہ اس کے ذریعہ تیار ہوتے ہیں اور ہوسکتے ہیں، خوب سمجھئے کہ ہندویت کی طرح اسلامیت کوئی قومیت یا وطنیت نہیں ہے، بلکہ وہ ذہنی یقین اور اعمال واخلاق کے ایک خاص طریق کا نام ہے، جس کی بقا تعلیم وتربیت کے سوا اور کسی ذریعہ سے ممکن ہی نہیں، اس کی بقاء کے لیے تعلیم وتربیت کے ایک خاص نظام کی ضرورت ہے، جو مسلمانوں کے مسلمان رہنے اور بننے میں مدد دے۔

(علامہ سید سلیمان ندوی)

(سلوک سلیمانی)

Scanned with CamScanner

منشیات کا استعمال؛ اسباب اور سد باب

مولانامحمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ و جھار کھنڈ

یہ بدیہی صداقت ہے کہ کسی بھی معاشرے کوتعمیر وترقی اور فلاح و بہبود یا عروج وارتقاء کی منازل حاصل کرنے کے لیےضروری ہے کہ اس معاشرے کےنو جوان صالح خطوط پر گامزن ہوں، ان کا وقت تعمیری اور مثبت امور کی انجام دہی میں گزرے، ان کا ہدف ملک وقوم کی خدمت اور اقبال بلند کرنا ہو، اس مشن اور مقصد کو لے کر وہ آگے بڑھیں، برعکس اس کے اگر ہمارے معاشرے کےنو جوان تخریبی سرگرمیوں اور مکروہ عادتوں میں ملوث ہوتے ہیں تو پھر یقیناً ایسا معاشرہ اپنا مستقبل تابناک نہیں کرسکتا ہے، نوجوانوں کی غیر سنجیدہ امور میں مداخلت سے جواثرات سماج پر مرتب ہوتے ہیں وہ مایوس کن اور متنفرانہ ہی ہوتے ہیں، ہم سب جانتے ہیں کہ جب معاشرے کا کوئی نو جوان برگشتہ ہوتا ہےتو وہ نہ صرف اپنے مستقبل کو تاریک کرتا ہے بلکہ اس سے وابستہ جوبھی لوگ ہوتے ہیں سب اس کی زد میں آتے ہیں، لہذا نوجوانوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور ان کی صلاحیتوں کو کارگر بنانے کے لیےنو جوانوں کی مثبت رہنمائی اور تربیت ضروری ہے، اس تناظر میں جب ہم معاشرے پرنظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بڑی تیزی سے ہمارےنوجوانوں کی ایک کثیر تعداد منشیات کے استعمال میں ملوث ہے، نشہ آور اشیاء کے استعمال سے جس طرح کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں، منشیات کا استعمال نہ صرف صحت کو متاثر کرتا ہے؛ بلکہ جوفرد نشہ میں ملوث ہوتا ہے وہ دیگر بہت ساری سماجی برائیوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جن کا وقوع کسی بھی پرامن معاشرے کے لیے مناسب نہیں ہے، گویا منشیات کے استعمال کا نقصان ذاتی طور بھی ہوتا ہےتو وہیں معاشی اعتبار سے بھی ایسا خاندان کمزور ہوتا چلا جا تا ہےاور سب سے اہم بات کہ منشیات کے استعمال سے سماجی یکجہتی اور قومی اتحاد ویگانگت بھی داغدار ہوتی ہے؛ کیونکہ نشہ کرنے کے بعد اسے یہ پتہ ہی نہیں رہتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہےاور اول فول بکنے لگتا ہے جس کی وجہ سے سب لوگ اذیت محسوس کرتے ہیں، حتی کہ بسا اوقات معاشرے میں تنازع پیدا ہوجاتا ہے، نشہ خواہ ام الخبائث شراب کا ہو یا پھر کسی اور شئی کا ہرنشہ میں یکسانیت پائی جاتی ہے وہ یہ کہ نشہ کرنے والا شخص اپنا دماغی اور عقلی توازن کھو بیٹھتا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں مسائل پیدا ہوتے ہیں، حقیقت یہ بھی ہے کہ عہد حاضر میں یہ بھی دیکھنے کوملا ہے کہ دس دس، بارہ بارہ اوران سے نیچے یا اوپر کی عمر والے بچے منشیات کے استعمال میں ملوث ہیں، اس چیز کا استعمال کسی ایک کمیونٹی میں نہی؛ بلکہ تمام قوموں اور برادریوں میں ہے، ملک وقوم کی تعمیر وترقی اور سماج کی فلاح و بہبود کے لیے معاشرے کے حساس افراد کوایسے اقدامات اٹھانے ہوں گے جن سے منشیات پر پوری طرح سد باب ہوسکے ہمارے بچے اور نو جوان اس مکروہ عمل میں کسی بھی طرح سے ملوث نہ ہوسکیں۔

جب ہم اس بابت مذاہب و ادیان کی تعلیمات اوران کے احکام کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تقریباً تمام مذاہب نے منشیات کے استعمال کی ممانعت اوراس کے استعمال کرنے والوں کو ناپسند کیا ہے۔ رہا سوال دین اسلام کا تو یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلام میں منشیات کے استعمال کی سختی سے نکیر آئی ہے، قرآن اور حدیث میں مختلف حوالوں سے اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرنشہ آور چیز حرام ہے (بخاری) جس شئی کی زیادہ مقدار نشہ کا باعث ہواس کی کم مقدار بھی حرام ہے (ترمذی) یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے، عام طور پرنشہ کی عادت اسی طرح ہوتی ہے کہ معمولی مقدار سے انسان شروع کرتا ہے اور آگے بڑھتا جاتا ہے، نشہ آور اشیاء معاشرتی عذاب ہیں جو ہماری صاف ستھری اور مہذب زندگی کوتباہ و برباد کردیتی ہے، یہ بھی سچ ہے کہ اس کے استعمال کی تاریخ کم وبیش اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی تہذیب کی، تاہم اس برائی نے اب بہت تیزی سے اپنی جڑیں پھیلالی ہیں، منشیات کے تیزی سے بڑھتے اثرات کو روکنے کی فوری ضرورت ہے، سوچیے جن نو جوانوں کو پڑھ لکھ کر اپنا مستقبل تابناک کرنا چاہیے وہ منشیات کی لت میں مبتلا ہوکر اپنا مستقبل تباہ کررہے ہیں۔

اسی پربس نہیں حیرت تو اس وقت ہوتی جب ہم کالجوں اور جامعات کے طلباء وطالبات کو منشیات میں ملوث پاتے ہیں، ایسی تصویریں آئے دن سامنے سے گزرتی رہتی ہیں کہ نشہ کرنے کے بعد بے ہوش ہوکر کہیں بھی گر جاتا ہے، حادثات کا شکار بھی ایسے ہی افراد ہوتے ہیں جو نشہ کو منہ لگاتے ہیں، معاشرے کو صحت مند اور خود کو باکردار بنانے کے لیے منشیات کے استعمال سے پوری طرح خود کو محفوظ رکھنا ہوگا، یاد رکھیے! انسانی زندگی اللہ کا عطیہ ہے اور اس نعمت کی قدر اور حفاظت ہر ہوش مند آدمی پرواجب ہے؛ لیکن دن بدن ہم اپنی متاعِ حیات سے اس حد تک غافل ہورہے ہیں کہ احساسِ زیاں بھی جاتا رہا، وہ جس زہرِ ہلاہل کو قند سمجھ رہے ہیں وہ سوائے پستی کے کچھ نہیں دے سکتا، منشیات کے استعمال کی لت ایسی بیماری ہے جو ملک کے سماجی تانے بانے کو بری طرح متاثر کررہی ہے، یہ صرف ایک شخص کی صحت کو متاثر نہیں کرتا بلکہ پورے کنبے اور معاشرے کو لپیٹ میں لے لیتا ہے، یہ جسمانی امراض کے ساتھ نفسیاتی بیماری، حادثوں، خودکشی اور تشدد کا سبب بھی بنتا ہے، منشیات کے عدم استعمال کے جس طرح مثبت اثرات معاشرے پر مرتب ہوں گے، وہ ہمارے معاشرے کو پرافتخار بنائیں گے، ایسے معاشرے عالمی سطح پر اپنی منفرد اور ممتاز شناخت بناتے ہیں، اس طرح کے معاشروں میں نوجوان اپنی صلاحیتوں اور اور قابل قدر کارناموں کی وجہ سے اپنے ملک وقوم اور معاشرہ کا سرفخر سے بلند کرتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منشیات کے استعمال پر قدغن کیسے لگایا جائے اور اس کے تدارک کے لیے کس طرح کے اقدامات کیے جائیں، اس بابت یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ والدین کا کردار اوران کا عمل دخل منشیات کے استعمال سے بچا سکتا ہے، جب بچے تھوڑے ہوشیار ہوجائیں تو والدین کو چاہیے کہ وہ ان کی ہر نقل وحرکت پر گہری نظر رکھیں، جب بھی کسی ایسے عمل میں ملوث دیکھیں جو بچوں کے لیے نفع بخش نہیں ہیں تو انہیں فوراً روکا جائے اور اس کے نقصانات کو بتایا جائے، اسی طرح منشیات کے عدم استعمال کے لیے سماجی کارکنان اور سماجی بنیاد گزاروں کو بھی اس بابت توجہ دینی ہوگی، منشیات کے نقصانات پر بیداری پیدا کی جائے اس کے لیے باقاعدہ پروگراموں اور جلسوں کا انعقاد کیا جائے تاکہ معاشرے کے بچے اور نوجوان منشیات کے منفی استعمال سے پوری طرح باخبر ہوسکیں، ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ زندگی میں انہی اعمال کی قدر ہوتی جو پاکیزہ اور ثمرآور ہوتے ہیں، اس لیے معاشرے کا کوئی بھی فرد ہواس کو چاہیے کہ ان چیزوں میں قطعی طور پر ملوث نہ ہو اجتماعیت اور پاکیزہ معاشرت کے لیے نقصان کا باعث ہوں۔

منشیات ایسی بیماری ہے کہ اگر اس کی لت کسی کو لگ جاتی ہے اور وہ اس میں پوری طرح ملوث ہوجاتا ہے تو وہ اس کے استعمال کو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ زندگی چند دن کی ہے لہذا جس قدر عیش وعشرت کیا جائے وہ کرلیا جائے، یہ تصور اور یہ نظریہ نہ ہی دنیاوی قوانین کے اعتبار سے درست ہے اور نہ ہی مذہبی روایات کی رو سے صحیح ہے، زندگی کو جتنا بری اور غیر صحت مند چیزوں سے محفوظ رکھا جائے گا اتنا ہی فرد اور معاشرے دونوں کے لیے مفید ہوگا۔

آج سے ہم عہد کریں کہ منشیات کے استعمال سے کلی طور پر اجتناب کریں گے؛ کیونکہ تحقیقی اداروں اور ریسرچ انجمنوں کی تحقیقات کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ یومیہ سیکڑوں اموات کا سبب منشیات کا استعمال بنتا ہے۔

آؤمل کر انقلاب تازہ تر پیدا کریں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس دنیا کے لئے خیر و برکت کا پیام اور رنگ ونور کی بارشوں کا اہتمام تھا، آپ کی آمد سے دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا، اور دنیا نے ان سے انسانیت کی عظمت کا سبق سیکھا اور دنیا اب تک ان سے اوران کے ذریعہ برپا کئے انقلابی نظریات سے اکتساب نور کررہی ہے۔

سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت عربوں کا معاشرہ کفر وشرک کی گھٹاٹوپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، دینی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی ہر اعتبار سے خرابیاں عروج پر تھیں، انسانیت سسک رہی تھی، ایک اللہ سے رشتہ توڑ کر سیکڑوں دیوی دیوتاؤں کی چوکھٹ پر انسان اپنی جبین نیاز جھکا رہا تھا، لڑائی جھگڑا، لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری، سود، رشوت اور جوابازی کا دور دورہ تھا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور جیتی جاگتی معصوم بچیوں کو مٹی کے نیچے دبا دینا ان کے لئے ایک معمولی سی بات تھی، شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی ظلم وجور سے انسانیت تنگ آچکی تھی، معمولی باتوں پر لڑنا جھگڑنا اور مدتوں تک جنگ کا ماحول گرم رکھنا ان کی انا کی پہچان بن گئی تھی اور اس عہد کا پورا سماج طرح طرح کی برائیوں اور معاشرتی بیماریوں سے زار ونزار تھا، چودہ سو سالوں کے بعد آج ایک بار پھر ہمارا پورا سماج مختلف طرح کے مسائل ومشکلات، انتشار و پراگندگی، غلط روایات اور بے جا رسم ورواج کی زنجیروں میں جکڑ گیا ہے اور اس میں بہت سی جگہوں پر بہت سی غیر اسلامی باتیں شامل ہوگئی ہیں، اس سلسلہ میں ملت اسلامیہ کے دردمند مفکرین، علماء اسلام اور مصلحین اخلاق کی طرف سے نہ صرف فکر مندی پائی جاتی ہے، بلکہ اس کے لئے اپنی اپنی سطح پر جدو جہد بھی جاری ہے، صورت حال یہ ہے کہ ہماری ہر بڑی تحریک کے پاس اصلاح معاشرہ کے لئے ایک مرتب پروگرام بھی ہے، اور اس کے سلسلہ میں بڑے پیمانہ پر پروپیگنڈہ بھی ہے، اس سلسلہ میں وعظ ونصیحت اور تقاریر ومجالس کا سلسلہ بھی جاری ہے، اور کمیٹیوں کی تشکیل اور جماعتوں کا قیام بھی عمل میں آرہا ہے، اور کسی نہ کسی سطح پر اس جدو جہد کا کچھ نہ کچھ فائدہ بھی محسوس کیا جاتا ہے، لیکن عموماً دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے بلند بانگ نعروں اور خوش نوا تقریروں کے باوجود سماج سے برائیاں کم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہیں اور ہماری تقریبات، شادی غمی کی محفلیں اور ہمارے گھریلو قضایا، جوں کے توں غیر اسلامی اور غیر شرعی امور سے بھرے پڑے ہیں۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے جلسوں اور وعظ وتقریر کی محفلوں میں جو خطیب اور سامعین معاشرہ کو ہر برائی سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں اور معاشرتی اصلاح کے علم بردار ہیں جب ان کے گھر یا خاندان میں ایسا موقع آتا ہے تو اس موقع پر طرح طرح کے عذر اور بہانے تراش لئے جاتے ہیں، اور سماج کے سامنے اپنی کمزوری اور بے بسی کا اظہار ہونے لگتا ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ جب سماج کے ذمہ داروں اور اصلاح کی فکر رکھنے والوں کے گھروں میں معاشرتی اصلاح کا پروگرام لاگو نہیں ہوتا ہے تو ان خاندانوں اور معاشروں سے اس کی توقع کیسے ہو؟ جن کو سرے سے معاشرہ سے کوئی سروکار نہیں، ربیع الاول میں جب ہم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے اپنی مجلسوں کو آباد کرتے ہیں، ان کے پاکیزہ ذکر سے اپنی محفلوں میں رونق پیدا کرتے ہیں، ضرورت ہے کہ ہم اصلاح معاشرہ کے اس کام کے سلسلہ میں اسی دربار سے رہنمائی حاصل کریں، اوران کے قدموں سے فیض حاصل کرکے اپنی زندگی کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے کا عزم کریں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کام کا آغاز اپنی ذات سے کیا تھا، اور اسے اپنے پیغام کی عظمت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا: ”**فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون**“ (میں نے تمہارے درمیان (اس پیغام سے) پہلے ایک عمر گذاری ہے تم کیوں نہیں سمجھتے) اس لئے اس راہ میں کرنے کا ایک کام یہ ہے کہ ہر شخص اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے کرے، پہلے وہ اپنی شخصیت کی تعمیر، اپنے نظریات کی تشکیل اور اپنے قلب ونظر کے زاویہ کی سمت کا جائزہ لے اور پھر عمل کے موقع پر شریعت اسلامی، اور سنت نبوی کو اللہ تعالی کا حکم اور اپنی ضرورت سمجھ کر اس پر سختی کے ساتھ کاربند ہو، جب ہر شخص اپنے آپ کی اصلاح کے لئے فکرمند ہوجائے گا تو توقع ہے کہ معاشرتی برائیوں کی اصلاح کی تحریک خود بخود آگے بڑھ جائے گی، کسی تحریک کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کارکنوں کے سامنے کام کا واضح نقشہ اور متعین خطوط ہوں، اوران کارکنوں کو اس کے نتائج کی طرف سے پورا یقین حاصل ہو، کیونکہ یقین سے محروم کوئی آدمی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہمارے سامنے اصلاحی کاموں اور اس کے نفاذ کے طریقہ کار کا مفصل خاکہ ہونا بھی ضروری ہے، دین وشریعت پر پختہ ایمان، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر متزلزل عشق اوران کی سیرت کو اسوہ بنانے کی فکر کے ساتھ جب کوئی شخص میدان عمل میں قدم رکھتا ہے تو رسم ورواج کی سخت سے سخت بیڑیاں تار عنکبوت کی طرح بے حیثیت ثابت ہوتی ہیں، اللہ کے بہت سے مخلص بندوں نے ہر زمانہ میں یہ دشوارتر کام کر کے دکھایا ہے اور جب تک آج بھی چند داعی اور ذمہ دار قسم کے لوگ اپنی زندگی کو ماحول کے اثرات سے بلند نہیں کریں گے، اور اپنی ذات کی تعمیر پر توجہ نہیں دیں گے، معاشرہ میں کسی خوشگوار تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی، اور جب اس سطح کے کچھ لوگ اپنا بلندتر عملی نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے لگیں گے، تو ان کے کردار وعمل اوران کی گفتگو کا دوسروں پر اثر منتقل ہوگا، اور رفتہ رفتہ سارا معاشرہ نیکی کی راہ پر چل پڑے گا۔ کیونکہ آپ کی سیرت کے نقوش اس قدر زندہ اور تابندہ ہیں کہ ہم ہر دور میں اس سے قندیل رہبانی کا کام لے سکتے ہیں۔

”آؤمل کر انقلاب تازہ تر پیدا کریں

Scanned with CamScanner

محمد اسعد اللہ قاسمی نالندوی

اخبار جہاں

چند ماہ میں ہزاروں روہنگیا میانمار سے بنگلہ دیش پہنچ گئے

میانمار کی حکمراں فوجی جنتا اور بودھ اکثریتی افراد پر مشتمل ایک طاقت ور نسلی ملیشیا اراکین آرمی کے درمیان لڑائی میں شدت آنے کے ساتھ ہی ملک میں حالات مزید بدتر ہوتے جا رہے ہیں، بنگلہ دیش حکومت میں پناہ گزینوں کے امور کے دفتر کے ایک سینئر اہلکار محمد شمس الدجی نے بتایا، "ہماری معلومات کے مطابق تقریباً آٹھ ہزار روہنگیا ملک میں داخل ہوئے ہیں "انہوں نے خبر رساں ایجنسی روئٹرز کو بتایا، "بنگلہ دیش پر پہلے ہی بہت زیادہ بوجھ ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ مزید روہنگیا کو جگہ دے "بنگلہ دیش کی حکومت نے اس سے قبل کوئی اعداد وشمار فراہم نہیں کیے تھے، جس سے اندازہ لگایا جاسکے کہ پچھلے کچھ مہینے میں کتنے روہنگیا آچکے ہیں، بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ محمد توحید حسین نے نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا، حکومت اس پر کابینہ میں سنجیدہ بحث کرے گی اور اگلے دو سے تین دن کے اندر اس بحران کو حل کرلے گی (ڈی ڈبلیو)

پوپ فرانسس کا انڈونیشیا میں مذہبی انتہا پسندی کے خلاف انتباہ

کیتھولک مسیحیوں کے روحانی پیشوا پوپ فرانسس جنوب مشرقی ایشیا کے 12 روزہ دورے پر ہیں، جہاں انہوں نے چار ستمبر کو انڈونیشیا میں اپنا پہلا خطاب کیا، اس خطے میں مسیحی علاقائی آبادی کے لحاظ سے ایک چھوٹی سی اقلیت ہیں، اسی تناظر میں پوپ فرانسس کا کہنا تھا کہ کیتھولک چرچ انتہا پسندی کو کم کرنے میں مدد کے لیے بین المذہبی مکالمے کی جانب اپنی کوششوں میں اضافہ کرے گا، 87 سالہ پوپ کا جکارتہ کے صدارتی محل میں تقریباً 300 سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں سے خطاب کرتے ہوئے کہنا تھا، "اس طرح مکالمت سے تعصّبات کو ختم کیا جا سکتا ہے اور باہمی احترام کے ساتھ ساتھ اعتماد کی فضا پروان چڑھ سکتی ہے" انہوں نے مزید کہا، "یہ مشترکہ چیلنجز بشمول انتہا پسندی اور عدم برداشت کا مقابلہ کرنے کے لیے ناگزیر ہیں" ان کا کہنا تھا کہ انتہا پسند عناصر مذہب میں تحریف کے ذریعے فریب اور تشدد کا سہارا لے کر اپنے نظریات مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں (ڈی ڈبلیو)

شارجہ میں بین الاقوامی حکومتی مواصلاتی فورم کا افتتاح

بین الاقوامی حکومتی مواصلاتی فورم کا 13واں ایڈیشن بدھ کے روز شارجہ میں "اگلی حکومتیں ... اختراعی مواصلات" کے موضوع کے تحت شروع ہوا ہے، شارجہ گورنمنٹ میڈیا بیورو کے زیر اہتمام یہ تقریب شارجہ کے حکمران، سپریم کونسل کے رکن، عزت مآب ڈاکٹر شیخ سلطان بن محمد القاسمی کی سرپرستی میں ایکسپو سینٹر شارجہ میں منعقد ہو رہی ہے، دو روزہ فورم میں ماہرین سمیت 250 سے زائد مقررین شریک ہیں، جو 18 متنوع پلیٹ فارمز پر اہم موضوعات پر تبادلہ خیال کریں گے، مختلف نقطہ نظر اور تجربات پیش کریں گے (وام)

متحدہ عرب امارات کا سوڈان جنگ میں مبینہ 'پراکسی کردار'

معروف امریکی گلوکار اور ریپر میکلمور نے جب اپنے دبئی میں مجوزہ لائیو پروگرام کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا تو ان کے مداحوں اور شائقین میں سے کچھ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ غزہ کے ساتھ یکجہتی کے لیے انھوں نے ایسا کیا؛ لیکن ایسا نہیں تھا یہ لائیو پرفارمنس متحدہ عرب امارات کے شہر دبئی میں ہونے والی تھی اور اسے سوڈان میں ہونے والی جنگ کی وجہ سے منسوخ کیا گیا ہے، اس جنگ میں اب تک ہزاروں لوگ مارے جا چکے ہیں جبکہ لاکھوں افراد بھوک کا شکار ہیں اور سوڈان میں ایک انسانی بحران پیدا ہو گیا ہے، گلیمر سے بھرپور دبئی شہر متحدہ عرب امارات (یو اے ای) کا سب سے بڑا شہر ہے تاہم اس پر سوڈان میں متحارب فریقوں میں سے ایک ریپڈ سپورٹ فورسز (آر ایس ایف) کو فنڈز فراہم کرنے کا بڑے پیمانے پر الزام لگایا جاتا رہا ہے، میکلمور نے سوموار کو اپنی ایک انسٹاگرام پوسٹ میں کہا کہ 'سوڈان کا بحران تباہ کن ہے۔' فوڈ سکیورٹی کے کچھ ماہرین کا اندازہ ہے کہ اکتوبر تک وہاں 25 لاکھ لوگ بھوک اور بیماری کا شکار ہو کر ہلاک ہو سکتے ہیں (بی بی سی اردو)

اماراتی صدر کا جیل میں قید بنگلہ دیشی مظاہرین کے لیے معافی کا اعلان

متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ محمد بن زید النہیان نے اُن بنگلہ دیشی شہریوں کو معاف کر دیا ہے جنہیں جولائی میں ایک احتجاج کے بعد سزا سنائی گئی تھی، عرب نیوز کے مطابق بیان میں کہا گیا ہے کہ 'شیخ محمد بن زید النہیان نے بنگلہ دیشی شہریوں کے لیے معافی کا حکم دیا ہے جو گذشتہ ماہ کے مظاہروں اور ہنگاموں میں ملوث تھے۔' اس فیصلے میں سزا یافتہ افراد کی سزاؤں کو منسوخ کرنا اور ان کی ملک بدری کے لیے انتظام کرنا شامل ہے، متحدہ عرب امارات کے اٹارنی جنرل نے سزاؤں پر عمل درآمد روکنے اور ملک بدری کا طریقہ کار شروع کرنے کا حکم جاری کیا ہے، اٹارنی جنرل نے متحدہ عرب امارات کے تمام باشندوں سے ملک کے قوانین کا احترام کرنے کا بھی مطالبہ کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ رائے کے اظہار کا حق ریاست اور اس کے قانونی فریم ورک کے ذریعے محفوظ ہے (الجزیرہ)

مصر اور ترکیہ کا تعلقات کی بحالی کے بعد باہمی تعاون پر اتفاق

ترکیہ کے صدر رجب طیب اردوغان اور مصری صدر عبدالفتاح السیسی نے کہا ہے کہ وہ دونوں ممالک کے درمیان تعاون کو بڑھانا چاہتے ہیں، خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق ترکیہ اور مصر کے صدور کے درمیان بدھ کو انقرہ میں ہونے والی ملاقات کے بعد یہ بیان سامنے آیا ہے، فروری میں ترکیہ کے صدر رجب طیب اردوغان نے قاہرہ کا دورہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنے تعلقات کا 'نیا باب' شروع کر رہے ہیں، اس ملاقات کے بعد رجب طیب اردوغان نے کہا کہ 'ہم تمام شعبوں میں باہمی تعاون کو مستحکم کریں گے۔' ترکیہ کے ایوان صدر کے مطابق اس تازہ ملاقات کے بعد دونوں رہنماؤں نے باہمی تعاون کے 17 معاہدوں پر دستخط بھی کیے ہیں۔ (الجزیرہ)

تعلیم و روزگار

نیشنل ڈیفنس اکیڈمی میں داخلہ لے کر مستقبل سنواریں

نیشنل ڈیفنس اکیڈمی (NDA) ہندوستانی فوج کے انڈین آرمی، انڈین نیوی اور انڈین ایئر فورس کے لئے ایک مشترکہ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ ہے، یہ انسٹی ٹیوٹ کھڑکواسلا (Khadakwasla) پونے میں ہے جو تقریباً 8000 آٹھ ہزار ایکڑ سے زائد میں ہے۔ NDA نیشنل ڈیفنس اکیڈمی میں داخلہ امتحان UPSC کے ذریعہ لیا جاتا ہے، یہ سال میں دوبار ہوتا ہے۔ NDA-1 اور NDA-2 پہلا نوٹیفکیشن جنوری میں آتا ہے اور اپریل میں امتحان ہوتا ہے، دوسرا نوٹیفکیشن جون میں آتا ہے اور امتحان ستمبر میں ہوتا ہے، آفیشل ویب سائٹ www.upsconline.nic.in ہے جس پر جا کر فارم بھر سکتے ہیں NDA امتحان میں وہی امیدوار فارم بھر سکتے ہیں جنہوں نے PCM یعنی فزکس، کیمسٹری اور میتھ 12 ویں سے پاس کیا ہو اور جسکی عمر ساڑھے 16 اور ساڑھے 19 کے بیچ ہو اور جو غیر شادی شدہ ہو۔ NDA میں سلیکشن دو سطح پر امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد ہوتا ہے، پہلا تحریری امتحان ہوتا ہے جس میں دو پیپر ہوتے ہیں، پہلا میتھ اور دوسرا جنرل ایبلیٹی ٹیسٹ، ان دونوں کے میرٹ کی بنیاد پر انٹرویو (اینٹلی جنس پرسونالیٹی ٹیسٹ) ہوتا ہے، یہ انٹرویو SSB یعنی سروس سلیکشن بورڈ کے ذریعہ ہوتا ہے، تحریری امتحان اور انٹرویو میں حاصل نمبر کے بنیاد پر میرٹ کے تحت کامیاب ہوتے ہیں، اس میں تقریباً 400 امیدوار سلیکٹ ہوتے ہیں، جس میں 35 لڑکیوں کے لئے ریزرو ہے، تین سال کی ٹریننگ کے بعد ان کی پوسٹنگ سب لیفٹنٹ اور فلائنگ آفیسر کے عہدے پر ہوتی ہے، پھر ترقی کرتے کرتے چیف کے عہدے تک پہنچتے ہیں۔

کانسٹیبل اور فائر کے 1130 عہدوں پر بحالی کے لئے نوٹیفکیشن

سنٹرل انڈسٹریل سیکورٹی فورس (سی آئی ایس ایف) نے کانسٹیبل اور فائر کے 1130 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، اس عہدے کے لیے صرف مرد امیدوار ہی اپلائی کرسکتے ہیں، ریاست آسام میں سب سے زیادہ 164 آسامیاں بھری جائیں گی، اس کے لئے درخواست دینے کی آخری تاریخ 30 ستمبر 2024 ہے، درخواست کی فیس 100 روپے ہے البتہ ST / SC زمرے اور سابق فوجیوں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، درخواست فارم میں تصحیح/ترمیم کرنے کی تاریخیں 10 اکتوبر سے 12 اکتوبر 2024 ہے، آفیشل ویب سائٹ: cisfrectt.cisf.gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 24307933/24366431-011

جھارکھنڈ میں اسٹینوگرافر کی 454 اسامیوں کے لئے نوٹیفکیشن

: جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن (JSSC) نے سٹینوگرافر کے 454 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے جس کے لئے درخواست دینے کی آخری تاریخ 05 اکتوبر 2024 ہے، درخواست کی فیس زمرے کے لحاظ سے 50 سے 100 روپے تک ہے جس کی ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ: www.jssc.nic.in۔

سینئر ریذیڈنٹ کی 41 اسامیوں کے لیے انٹرویو

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (راجکوٹ) نے سینئر ریذیڈنٹ کے 41 عہدوں پر بحالی کے لئے انٹرویو کا اعلان کیا ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 18 ستمبر 2024، درخواست کی فیس: 1,000 روپے، ST / SC زمرہ کے امیدواروں کے لیے 800 روپے، معذور افراد کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، مزید معلومات اس ویب سائٹ aiimsrajkot.edu.in پر موجود ہے۔

پیرامیڈیکل اسٹاف کی 1376 اسامیوں پر بحالی

ریلوے بھرتی بورڈ (RRB) نے پیرامیڈیکل (ڈائٹیشین، نرسنگ سپرنٹنڈنٹ وغیرہ) کے 2424 عہدوں پر بحالی کے لئے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس 500 روپے ہے، ST / SC معذور، خواتین اور EWS کے لیے 250 روپے ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 16 ستمبر 2024 مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ: indianrailways.gov.in۔

پروفیسر کی 56 اسامیوں کے لئے انٹرویو

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، الہ آباد میں پروفیسر کے 56 عہدوں کے لئے انٹرویو ہوگا، درخواست کی فیس جنرل زمرہ اور دیگر پسماندہ طبقات کے لیے 1180 روپے، ST / SC اور جسمانی طور پر معذور امیدواروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 17 ستمبر 2024 ہے، اس کے لئے مزید معلومات اس ویب سائٹ پر موجود ہے، www.iiita.ac.in۔

اپرنٹس کے 240 اسامیوں کے لیے درخواست دیں

نیول شپ ریپئر یارڈ، کوچی نے ہینڈ مین کے 240 عہدوں کے لئے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، انتخاب: میرٹ کی بنیاد پر کیا جائے گا، ڈاک کے ذریعے درخواستیں قبول کرنے کی آخری تاریخ: 16 ستمبر 2024 ہے، اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے آپ اس ویب سائٹ rdsdekerala.dgt.gov.in پر جائیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

صاحب استطاعت حضرات حج میں تاخیر نہ کریں: امارت شرعیہ

حج 2025 کے لیے فارم بھرنے کی آخری تاریخ 9/ ستمبر 2024ء

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے اپنے ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ حج جہاں اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، وہیں اجتماعیت، زہد وتقویٰ، پرہیزگاری تکثیر حسنات اور تقرب الی اللہ کا عظیم ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود مسلمانوں کو اپنے مقدس گھر کی زیارت کی ہدایت دی ہے اور حج کرنے کے لیے کہا ہے، بہت ساری حدیثوں میں اس عمل کی بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے'' ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے بیت اللہ کا حج اس طرح کیا کہ اسمیں اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو تو وہ حج کے سفر سے ایسا واپس ہوگا کہ جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو، حج فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہئے، اگر کسی کی موت اس حالت میں آجائے کہ جس نے حج کے فرض ہونے کے باوجود اس فریضہ کو ادا نہیں کیا تو حدیث میں ایسی موت کو جاہلیت کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے، عام طور پر برصغیر کا ماحول یہ ہے کہ حج فرض ہو جانے کے باوجود لوگ سستی کرتے ہیں اور اس کو اخیر عمر تک ٹالتے رہتے ہیں، جبکہ عزیمت یہ ہے کہ جوں ہی آدمی صاحب استطاعت ہو اور آمد و رفت کے اخراجات کے ساتھ اہل وعیال کا نفقہ ادا کرنے کا اہل ہو جائے تو فوراً حج کی ادائیگی کے لیے رخت سفر باندھ لے، دوسری بات یہ ہے کہ تاخیر کرنے اور بڑھاپے میں حج کرنے کی صورت میں ضعف اور پیری کے باعث عبادت میں اور ارکان و واجبات حج کی ادائیگی مین نشاط ولطف مکمل درجہ کا نہیں رہ پاتا ہے، اس لیے صاحب ثروت لوگوں کو اس جانب متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ حج کے فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں جلدی کریں، الحمدللہ 2025ء کے لیے حج کا فارم بھرنے کا اعلان آچکا ہے جس کی آخری تاریخ 9/ستمبر 2024ء تک ہی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور وقت رہتے فارم پر کرلیا جائے، حج کا فارم بھرنے کے لیے انٹرنیشنل پاسپورٹ ہونا لازمی ہے، اس لیے جن لوگوں کے پاس پاسپورٹ نہیں ہے یا پاسپورٹ اکسپائر ہو چکا ہے وہ جلد از جلد اپنا پاسپورٹ بنوالیں یا رینیول کروالیں، بہار ریاستی حج کمیٹی پاسپورٹ بنوانے میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہے، آپ آن لائن فارم بھر کر بہار ریاستی حج کمیٹی سے سفارشی خط حاصل کرلیں تا کہ آپ کا اپائنٹمنٹ اور ویری فکیشن جلد سے جلد ہو جائے، اپائنٹمنٹ ملنے کے بعد اپنے دستاویزات کی توثیق کے بعد اپنے فائل نمبر کی کاپی اپنا نام اور ضلع لکھ کر حج کمیٹی میں دے دیں تا کہ پولیس انکوائری کے مرحلہ میں بھی آپ کی مدد کی جاسکے، حج کا فارم حج کمیٹی آف انڈیا کے ویب سائٹ www.hajcommittee.gov.in پر بھی دستیاب ہے، آن لائن فارم بھرنے کی سہولت ہے، اگر آن لائن حج فارم بھرنے میں دشواری ہو تو حج بھون پٹنہ میں آکر بھی حج فارم بھرا جاسکتا ہے، ائمہ مساجد، اساتذہ مدارس، تنظیموں اور اداروں کے ذمہ دار، علماء کرام، دانشوران ملت اور سیاسی وسماجی خدمتگاروں سے اپیل ہے کہ وہ حج کی فضیلت واہمیت کو اپنی تقاریر، خطبات اور خصوصی مجلسوں میں لوگوں کے سامنے اجاگر کریں؛ تا کہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف لوگ متوجہ ہوں، نیز عازمین حج کے پاسپورٹ بنوانے کی سعی کے ساتھ حج فارم بھرنے میں مدد کریں، ایسے لوگ جنہیں اللہ نے دولت وثروت کی نعمت سے نوازا ہے انہیں خصوصی ملاقاتوں کے ذریعہ حج کی ادائیگی کی طرف رغبت دلانے سے اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں، مولانا موصوف نے حج کمیٹی کے ذمہ داروں کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ بہار سے عازمین حج کی تعداد میں اضافہ ہو اس کے لیے بڑے پیمانے پر ترغیب حج کی مہم چلانے کی ضرورت ہے، حج کمیٹی کو چاہئے کہ ملی تنظیموں، علماء اور ائمہ حضرات کی مدد سے ہر ضلع میں بلاک اور پنچایت کی سطح پر ترغیب حج کے پروگرام منعقد کیے جائیں، سماجی کارکنان اور رضاکاروں سے بھی اس کام میں مدد لی جائے، ان شاءاللہ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلے گا اور عازمین کی تعداد میں اضافہ ہوگا، ائمہ کرام سے بھی درخواست ہے کہ مسجد کے پلیٹ فارم سے لوگوں کو حج کی ترغیب پر خصوصی توجہ دیں۔

امارت شرعیہ نے جے پی سی کے رکن دلیشور کامیت جی کے سامنے وقف بل کی خامیوں کو کیا اجاگر

وقف ترمیمی بل وقف کی جائدادوں کو حکومتی طاقت اور اقتدار کے نشہ میں ہڑپ کرلینے والا بل ہے یہی وجہ ہے کہ اس بل کی مخالفت ہر چہار جانب سے ہو رہی ہے، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کئی ماہ پہلے حکومت کے گلیاروں میں اوقاف کے خلاف ہونے والی سازشوں کو بھانپ لیا اور انہوں نے بل کے آنے سے پہلے ہی بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور بنگال چار ریاستوں کے معززین پر مشتمل تحفظ اوقاف کانفرنس باپو سبھا گار ہال نزد گاندھی میدان پٹنہ میں طلب کی اور ساتھ ہی ہر اس راہ کو اختیار کرنے کی سعی کی جس کے ذریعہ یہ بل ناکام ہوسکے اور مسلمانوں کے اس مقدس اثاثہ کا تحفظ ہوسکے، یہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک پریس ریلیز میں کہیں انہوں نے کہا کے حضرت امیر شریعت کی ہدایت کے مطابق امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ و بنگال سمیت ملک کے مختلف لوگوں میں اس کے خلاف سیاسی، سماجی اور دستوری تحریک جاری ہے، حضرت امیر شریعت نے مسلم صفوں اور جماعتوں کو متحد رکھتے ہوئے سب کے تعاون سے اس بل کے خلاف حکمت عملی اختیار فرمائی، ملک کی سیاسی پارٹیوں، بل کے جائزہ کے لیے بنی مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (JPC) کے اراکین سے ملاقات اور باتوں کا سلسلہ جاری ہے، جس کے ذریعہ بل کے نقصاندہ پہلوؤں سے انہیں آگاہ کیا جارہا ہے، انہوں نے حضرت امیر شریعت کی ہدایت کے مطابق جے پی سی رکن اور جدیو کے رکن پارلیامینٹ جناب دلیشور کامیت صاحب سے ٹیلی فونک تفصیلی گفتگو کر کے انہیں امارت شرعیہ سمیت تمام ملی جماعتوں اور مسلمانوں کے موقف سے آگاہ کیا اور حضرت امیر شریعت کا پیغام پہونچایا، محترم رکن پارلیامینٹ نے باتوں کو غور سے سنا اور بتایا کہ امارت شرعیہ کے ذریعہ دی گئی میمورنڈم کی اصل کاپی ابھی میرے ہاتھ میں ہی ہے جس پر تمام ملی جماعتوں کا دستخط ہے میں اسے غور سے پڑھ رہا ہوں، میں اس کی کاپی 30/اگست کو ہونے والی جے پی سی میٹنگ میں دوں گا اور اس میں لکھی ہوئی باتوں کو اٹھاؤں گا اور ساتھ ہی میں امارت شرعیہ اور دوسری ملی تنظیموں کا نام کمیٹی کے روبرو پیش کروں گا کہ کمیٹی کی میٹنگ میں انہیں بلا کر ان کے موقف سنے جائیں، انہوں نے کہا کہ میں آپ حضرات سے ملنے کی بھی کوشش کروں گا۔

وقف ترمیمی بل قبول نہیں، مسلمان رائے بھیجنے میں بیداری کا ثبوت دیں

امارت شرعیہ نے رائے بھیجنے کی مدت بڑھانے اور بائیس منظور شدہ زبانوں میں رائے قبول کرنے کا مطالبہ کیا

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ، جھارکھنڈ ومغربی بنگال پھلواری شریف، پٹنہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے آج ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے بتایا کہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی قیادت میں امارت شرعیہ وقف ترمیمی بل 2024 کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے سمیت ملی، سماجی اور سیاسی سطح پر بیداری کی تحریک چلا رہی ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ اور دوسری اہم ملی اور مذہبی تنظیموں کے سربراہان کے ساتھ بھی مسلسل مشورے ہو رہے ہیں اور ان کے ساتھ میٹنگ کا سلسلہ بھی جاری ہے، پارلیمنٹ نے جس دن سے بل کو مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (جے پی سی) کے حوالہ کیا ہے، امارت شرعیہ اسی دن سے کمیٹی کے ممبران سے رابطہ اور ملاقات کررہی ہے، اور ان کو بل کے نقصان دہ پہلوؤں سے آگاہ کر کے اسے یکسر مسترد کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے، مولانا نے اپنے بیان میں کہا کہ معاملہ کی حساسیت اور اہمیت کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بل کو پارلیمنٹ میں پیش کیے جانے سے پہلے اسٹیک ہولڈرس، مسلم قائدین، اداروں اور جماعتوں سے رائے لی جاتی، اس کے بعد بھی اگر حکومت مشورے کی ضرورت محسوس کرتی تو پارلیمنٹ میں لانے سے پہلے عوامی رائے لیتی؛ اس کے بعد ہی پارلیا منٹ اور جے پی سی کے پاس بھیجا جاتا؛ لیکن چونکہ حکومت کی منشا مسلمانوں کو پریشان کرنے اور وقف کی جائیداد کو ہڑپنے کی ہے، اس لیے جلدی بازی میں اسے منظور کرالینے کی غیر دستوری کوشش کی گئی؛ مگر جب یہ معاملہ پارلیمانی کمیٹی (جے پی سی) کے حوالہ ہے، تو ملک کے انصاف پسند اور دستور پر یقین رکھنے والے لوگ امید کررہے ہیں کہ کمیٹی کے معزز اراکین ہر حال میں ملک کے آئینی ڈھانچے اور اس کی تہذیب وثقافت کا خیال رکھیں گے، اور دستور میں دیے گئے اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کریں گے، اس کے لیے امارت شرعیہ نے جے پی سی کے چیئر مین سمیت تمام اراکین کے نام الگ الگ مراسلہ جاری کر کے فوری طور پر دو چیزوں کا مطالبہ کیا ہے (۱) معاملہ کی اہمیت اور ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی کثیر آبادی کا خیال رکھتے ہوئے رائے دہندگی کی مدت کم از کم چھ ماہ متعین کی جائے؛ تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھ بوجھ کر اپنی رائے دے سکیں، پندرہ دنوں کا وقت اس کام کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے (۲) امارت شرعیہ نے جے پی سی وقف سے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ رائے بھیجنے کے لیے صرف دو زبان ''انگریزی اور ہندی'' کی تخصیص کی گئی ہے، حالانکہ بائیس شیڈیول زبانوں کو سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ تسلیم شدہ تمام بائیس زبانوں میں رائے بھیجنے کی منظوری دی جائے؛ تا کہ لوگ آسانی کے ساتھ اپنی رائے دے سکیں، اس سے کمیٹی کی نیک نیتی اور شفافیت میں بھی اضافہ ہوگا، قائم مقام ناظم صاحب نے تمام مسلمانوں سے پرزور اپیل کی ہے کہ ابھی جو مدت رائے دہندگی کے لئے طے کی گئی ہے اس مدت کے اندر جاری کردہ درج ذیل ای میل لنک اور کیو آر کوڈ سے رائے بھیجنے اور بھجوانے کا کام پوری ذمہ اور بیداری کے ساتھ انجام دیں۔

وقف بل کے خلاف رائے دینے کے لئے اسے اسکین کریں اور اوپن جی میل میں کھولیں Open Gmail پھر سینڈ کریں

جاری کردہ: سوشل میڈیا ڈیسک امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ ومغربی بنگال

https://tinyurl.com/is-no-waqf-amendment

Scanned with CamScanner

تحفظ اوقاف کانفرنس اور مدارس اسلامیہ کنونشن کو کامیاب بنائیں: ائمہ مساجد

15 ستمبر 2024ء کو باپو سبھا گار ہال نزد گاندھی میدان پٹنہ میں تحفظ اوقاف کانفرنس اور اسی دن بعد نماز مغرب المعہد العالی ہال امارت شرعیہ میں ہونے والے تحفظ مدارس کنونشن کو کامیاب کرنے، جے پی سی کو آراء میل کے ذریعہ بھیجنے، بھیجوانے اور اوقاف کی زمینوں کا سروے لازمی طور پر کرانے کے سلسلہ میں ایک اہم میٹنگ امارت شرعیہ کے میٹنگ ہال میں ائمہ مساجد پٹنہ اور نواح کی منعقد ہوئی، میٹنگ کی صدارت قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے کی اور تفصیل سے بتایا کہ بل آنے کے قبل سے اب تک حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی قیادت میں امارت شرعیہ سیاسی، سماجی، عوامی ہر سطح پر اس بل کے واپس لینے کی تحریک چلا رہی ہے اور اوقاف کی شرعی حیثیت، وقف ایکٹ 1995 کے مندرجات اور مجوزہ ترمیمی بل اور اوقاف پر پڑنے والے مضر اثرات پر گفتگو کی اور وقف ترمیمی بل ۲۰۲۴ء کے حوالہ سے بتایا کہ بل کے مشمولات میں کہیں بھی ایسی شق یا سیکشن نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ اس کا مقصد وقف کا تحفظ ہے، بلکہ اس کے برعکس قبل سے موجود ایکٹ سے ان تمام شقوں کو ہٹا دیا گیا ہے جس سے اوقاف کا تحفظ ہو رہا تھا وقف او وقف کا مقصد یکسر اس بل کے ذریعہ ختم ہو رہا ہے، بل کے نقصانات پر مشتمل معلوماتی تحریر کی کاپی اور بارکوڈ بھی شرکاء میں تقسیم کیا، پروگرام کا آغاز مولانا اقبال سعادتی کی تلاوت پاک اور مولانا شمیم الدین قاسمی ہارون نگر کی نعت خوانی سے ہوا، مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے میٹنگ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور نظامت کے فرائض انجام دیئے، اس موقع سے قاضی انظار عالم قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ ورکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کہا کہ ہم سب انبیاء کے وارث ہیں، ہمیں ہر وقت دین کے کاموں کے لئے وقت فارغ کرنا چاہئے، جو بارکوڈ تیار ہوا ہے، اس کے ذریعہ ای میل بھیجوانے کے لئے ہر جگہ کوشش کرنی چاہئے اور اوقاف کی جائیداد کے تحفظ کے لئے اپنی ذمہ داری نبھانی چاہئے، مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے اپنی تقریر کو موضوع سے مربوط اور وقت پر گفتگو مکمل کرنے کے لئے مختصر نوٹ تیار کرنے اور اس کی روشنی میں سامعین تک بات پہونچانے کی ضرورت پر زور دیا، وقف ترمیمی بل کے مضر اثرات پر بھی اسی انداز میں گفتگو کرنی چاہئے، مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ ورکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کہا کہ جتنے لوگ موجود ہیں ابھی آراء بھیجنا شروع کریں تاکہ اگر کوئی پریشانی ہو تو ہمارے ماہرین معاونت کریں اور سمجھا دیں، تاکہ دوسروں کو سمجھانے میں آسانی ہو، انہوں نے تحفظ مدارس اسلامیہ کنونشن کو کامیاب بنانے کی ضرورت پر زور دیا اور بتایا کہ مدارس پر وقف ایکٹ اور نئی تعلیمی پالیسی کے تحت خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، آسام اور اتر پردیش کی طرح یہ خطرہ بہار تک بھی پہونچ سکتا ہے، اس لئے مدارس کے تحفظ کے طریقہ کار پر لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے یہ کنونشن وقت کی ضرورت ہے، مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی قاضی شریعت ورکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس بات پر زور دیا کہ بارکوڈ کی فوٹو کاپی کرا کر مساجد کے گیٹ پر آویزاں کیا جائے اور جمعہ کے دن کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ آراء بھیج سکیں، اس کے لئے نوجوانوں کی کمیٹیاں بنائی جائیں اور یو سی سی کی طرح کام کو آگے بڑھایا جائے، اس گفتگو کی روشنی میں تمام ائمہ مساجد نے بیک زبان کہا کہ ہم تحفظ اوقاف اور تحفظ مدارس کے لئے ہر سطح پر ساتھ ہیں اور امارت شرعیہ کی خدمات اور اس کے جدوجہد کی قدر کرتے ہیں، جہاں اور جس طرح کے تعاون کی ضرورت ہے ہم امارت شرعیہ کے ساتھ ہیں، ائمہ مساجد میں مولانا گوہر امام قاسمی، مولانا ایوب نظامی قاسمی و مولانا عبداللہ آزاد مولانا سلیم ہارون نگر، مولانا رضوان افسر، مولانا افضل ودیگر ائمہ حضرات نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور تعاون کی یقین دہانی کرائی اور کہا کہ یہ ہم سب کی مشترکہ ملی اور مذہبی ذمہ داریوں کا حصہ ہے،، میٹنگ میں درج ذیل ائمہ کرام شریک ہوئے۔ مولانا اسعد قاسمی صاحب پٹنہ جنکشن، مولانا عظیم الدین رحمانی خواجہ پورہ، مولانا پرویز رحمانی سمن پورہ، مولانا رضوان افسر مظاہری سرائے داناپور، مولانا محمد اسرافیل صاحب داناپور، مولانا ایوب نظامی قاسمی داناپور، مولانا گوہر امام قاسمی شاہی سنگی مسجد، مولانا حیدر قاسمی داناپور، مولانا اقبال سعادتی صاحب، مولانا محمد افضل حسین قاسمی حویلی داناپور، مولانا ضیاء الحق رحمانی نہسہ پھلواری شریف، مولانا محمد ساجد رحمانی فیڈرل کالونی، مولانا محمد نوراللہ قاسمی نیورا، مولانا اسعد اللہ قاسمی نیوملت کالونی سیکٹر ۳، مولانا محمد اشتیاق صاحب شیر پور منیر، مولانا عبداللہ آزاد مہناواں منیر، مولانا محمد امتیاز قاسمی بیاپور منیر، مولانا محمد جاوید قاسمی کربلا پھلواری شریف، مولانا محمد سلیم الدین قاسمی ہارون نگر نیو مسجد، مولانا خالد سیف اللہ قاسمی امام کالونی، مولانا مطہر عالم قاسمی ہارون نگر ۳، مولانا محمد صادق حمیدی مدینہ مسجد خلیل پورہ، مولانا محمد صدیق فاروقی تاج انکلیو، مولانا عبدالماجد مسجد بلال آزاد نگر، مولانا محمد توقیر عبداللہ قاسمی جامع مسجد کرجی، مولانا محمد خالد حسین اشاعتی نہسہ، مولانا محمد شاہنواز عالم قاسمی البا کالونی، مولانا محمد شاکر کریم قاسمی رحمت نگر عیسی پور، مولانا ابوذر قاسمی نیو عظیم آباد، مولانا محمد جہانگیر خلیل پورہ، مولانا محمد صدیق فلاحی روائل میٹرو مسجد نہسہ، مولانا محمد سلطان صاحب بلال مسجد پپلاواں، مولانا محمد شمیم عالم نیورا، قاری مجیب الرحمٰن صاحب محلہ باؤلی کے نام قابل ذکر ہیں، اخیر میں مولانا عظیم الدین رحمانی صاحب کی دعا پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

امارت شرعیہ کی جانب سے وقف ترمیمی بل کے خلاف تحریک اور زیادہ سے زیادہ رائے بھیجنے کے لئے بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مختلف اضلاع میں دورہ جاری

ڈی ایم کو ملکیت سے متعلق فیصلہ کرنے کا حق دینا شریعت کے منافی: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

موجودہ بل میں تنازع کی صورت میں ڈی ایم کو اوقاف کی جائیداد کی ملکیت سے متعلق فیصلہ کرنے کا حق دینا سراسر اسلامی قانون کے خلاف ہے، وقف کی تمام جائیداد وقف کرنے والے کی نیت وارادے کے مطابق ہی استعمال کی جا سکتی ہیں، اس کے خلاف وقف کی املاک کا استعمال اسلامی شریعت میں جائز نہیں، یہ باتیں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے کچی سرائے میں واقع مدینہ مسجد میں تنظیم امارت شرعیہ کی مشاورتی میٹنگ میں کہیں، انہوں نے کہا کہ ان دنوں مرکزی حکومت کی جانب سے وقف ترمیمی بل کا مسئلہ درپیش ہے جس کے ذریعہ وقف بورڈ کے قانون میں حکومت ایسی تبدیلی اور ترمیمات کرنا چاہ رہی ہے جس سے اوقاف کی شرعی حیثیت بالکل ختم ہو کر رہ جائے گی اور مسلمان اپنے وقف کردہ جائیداد اور خیراتی املاک سے محروم ہو جائیں گے، مفتی صاحب نے 15 / ستمبر 2024 کو منعقد ہونے والے تحفظ اوقاف کانفرنس وتحفظ مدارس کنونشن کو کامیاب بنانے کے لئے مورخہ ۲/ستمبر ۲۰۲۴ء روز پیر جامع مسجد انور پور حاجی پور ویشالی میں حضرت مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پٹنہ کی صدارت میں ایک اہم بیداری نشست منعقد ہوئی، جس میں مفتی صاحب کا وقف اور تحفظ مدارس کے تعلق سے اہم بیان ہوا، وقف کی تاریخی وشرعی حیثیت، اس کی اہمیت وافادیت اور اوقاف ترمیمی بل 2024ء کے نقصانات ومضمرات پر تفصیلی روشنی ڈالی، مفتی صاحب نے اپنے کلیدی خطاب میں تحفظ مدارس پر بھی تفصیلی گفتگو فرمایا، اس اہم نشست میں بڑی تعداد میں علماء، ائمہ، دانشوران اور معززین شریک ہوئے ترمیمی بل کے خلاف ای میل بھی ارسال کروا گیا، اس پروگرام میں مولانا محمد شاہ نواز قاسمی دارالقضاء ویشالی بھی شریک رہے، پروگرام کو کامیاب بنانے میں مقامی لوگوں نے خصوصا نصر امام صاحب سکریٹری جامع مسجد انور پور وامام مسجد انور پور نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مفتی صاحب کی صدارت میں اس سلسلہ کا ایک پروگرام مورخہ ۵ر ستمبر کو جامعہ ربانی منوروا شریف میں سمستی پور میں بھی منعقد ہوئی جس میں مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مدرسہ کے اساتذہ کے علاوہ علماء اور ائمہ کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔

وقف ترمیمی بل مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت: سہیل اختر قاسمی

وقف کا معاملہ خالص اسلامی اور مذہبی معاملہ ہے، اس میں حکومت کی مداخلت اور ترمیم کیلئے بل لانا مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت ہے جو درست نہیں ہے، اس بل کے ذریعے مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، حکومت کو اس سے باز رہنا چاہیے ان خیالات کا اظہار مولانا مفتی محمد سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ ومغربی بنگال پھلواری شریف پٹنہ نے شہر پاکوڑ، جھاکھنڈ میں منعقد ایک مشاورتی نشست سے کیا جو مرکز والی مسجد ہاٹ پاڑہ میں رکھی گئی تھی، انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وقف ترمیمی بل 2024 کو فوراً واپس لیا جائے، انھوں نے مزید کہا کہ مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ وقف املاک کی حفاظت کو یقینی بنائے، مولانا نے زور دے کر کہا امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے زیر اہتمام 15 ر ستمبر 2024ء روز اتوار شہر پٹنہ کے باپو سبھا گار ہال نزد گاندھی میدان پٹنہ میں ایک عظیم الشان اجلاس بعنوان ''تحفظ اوقاف کانفرنس'' کا انعقاد ہو رہا ہے، جس میں وقف ترمیمی بل 2024 کے نقائص کا شرعی اور آئینی جائزہ لیا جائے گا اور اوقاف کے تحفظ کے طریقوں پر قائدین ملت کا رہنما خطاب ہوگا، اس کانفرنس کی صدارت امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ فرمائیں گیا ور ملک کے نامور علماء، دانشوران اور وکلاء قانون داں حضرات قانونی وضاحت کریں گے، اس لیے اس کانفرنس میں شرکت کر کے ملی بیداری کا ثبوت دیں اور اکابرین کی تحریک کو مضبوط کریں اور جے پی سی نے وقف کے بارے میں جو رائے مانگی ہے اس سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ نے کیو آر کوڈ اور لنک بھی جاری کیا ہے آپ حضرات اُس لنک اور کیو آر کوڈ کے ذریعہ اوقاف کے تحفظ کے مدنظر اپنی آراء ضرور دیں، واضح رہے کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے فلیٹ فارم سے وقف ترمیمی بل کے خلاف اس تحریک کو لے کر مولانا سہیل اختر قاسمی ان دنوں جھارکھنڈ کے سنتھال پرگنہ کمشنری کے دورے پر ہیں اور ضلع دیوگھر، جام تاڑا، دمکا ہوتے ہوئے ضلع پاکوڑ پہنچے ہیں اور آج صاحب گنج، راج محل اور ادھورا بلاک میں مشاورتی نشست رکھی گئی ہے، مولانا محمد سرفراز صاحب مبلغ امارت شرعیہ بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں شریک سفر ہیں۔

مدرسہ محمدیہ سوپول میں وقف ترمیمی بل کے سلسلہ میں مشاورتی میٹنگ

بروز اتوار مورخہ یکم ستمبر کو ضلع سوپول کا مرکزی ادارہ مدرسہ محمدیہ سوپول میں امارت شرعیہ کی جانب سے وقف ترمیمی بل کے خلاف مشاورتی میٹنگ کا انعقاد کیا گیا، میٹنگ کا آغاز مدرسہ محمدیہ سوپول کے ایک طالب علم التمش سلمہ نے کیا جبکہ نعت نبی مدرسہ ہذا کے طالب محمد عادل نے پڑھی، اس مدرسہ میں چل رہا منفرد شعبہ شعبۂ دارالحکمت کے طلباء نے بھی عربی اور انگلش میں اپنی کارکردگی دکھائی، جسے مہمانان کرام نے خوب پسند کیا، بچوں کے پروگرام کے بعد مدرسہ ہذا کے قدیم استاذ مولانا رمضان علی قاسمی نے وقف ترمیمی بل پر مختصر روشنی ڈالی اور بتایا کہ وقف ترمیمی بل آئین ہند کے کئی دفعات سے ٹکراتا ہے، پھر شہر سوپول کے جامع مسجد کے امام مفتی اکبر قاسمی نے بھی وقف ترمیمی بل کے نقصانات کی طرف اشارہ کیا، اس پروگرام میں شریک قاضی شہر سوپول مفتی ابوالقاسم رحمانی نے بھی تفصیلی طور پر لوگوں سے میل کر کے احتجاج درج کرانے کی اپیل کی پھر امارت شرعیہ سے تشریف لائے ہوئے مہمان ممتاز عالم دین مولانا قمر انیس قاسمی نے امارت شرعیہ کی تاریخی حیثیت اور وقف ترمیمی بل اور مدارس اسلامی کو درپیش مسائل پر مدلل گفتگو فرمائی انہوں نے لوگوں سے ۱۵ ر ستمبر کو ہونے والے تحفظ اوقاف کانفرنس میں شرکت نیز جے پی سی کو زیادہ سے زیادہ میل ارسال کرنے کی اپیل کی، اس پروگرام کی صدارت امارت شرعیہ کے پروجیکٹ منیجمنٹ کے انچارج الحاج احسان الحق صاحب نے فرمائی جبکہ نظامت کا فریضہ مفتی نہال ندوی نے انجام دی اس پروگرام سے قاری رضوان احمد سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ کشن پور بلاک نے بھی اظہار رخیال کیا، پروگرام میں شہر کے علماء ودانشوران کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی خاص طور پر محمد جمال الدین جنرل سکریٹری امارت شرعیہ سوپول، مولانا نعیم الدین رحمانی، مولانا ضیاء الحق، قاری رضوان بلاک سکریٹری امارت شرعیہ کشن پور، جاوید اختر، رشید عالم محمد جمن، محمد علی، مولانا سلیم ندوی، مولانا مشکور رحمانی، مکھیا اعجاز، صادق علی، قاری عبدالماجد اشاعتی، قاری نجم الدین رحمانی وغیرہ شریک رہے، پروگرام کے اختتام پر مدرسہ محمدیہ سوپول کے پرنسپل جناب ماسٹر شہزادہ صاحب نے آنے والے مہمانوں کا ظہرانہ سے اچھی ضیافت کی، مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

تحفظ اوقاف کانفرنس میں شرکت کے لئے مدرسہ قمر الہدی ڈکہی مدھوبنی میں مشاورتی نشست

تحفظ اوقاف کانفرنس کی تیاری اور لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے مدھوبنی ضلع کے لوکہی بلاک کے مدرسہ قمر الہدی ڈکہی میں جناب ڈاکٹر جبرئیل صاحب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ لوکہی کی کوششوں سے ایک نشست منعقد ہوئی، الحمدللہ قرب وجوار سے ایک مناسب تعداد شریک مجلس ہوئی، جناب قاضی رضوان احمد مظاہری دارالقضا امارت شرعیہ یکہتہ نے لوگوں کے درمیان حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق تفصیل سے اوقاف ترمیمی بل پر گفتگو کیا اس سے ہونے والے نقصانات کو واضح کیا نیز ۱۵ ر ستمبر کو ہونے والے پروگرام کی اہمیت کو بھی بتایا اخیر میں لوگوں نے اجلاس کو کامیاب کرنے کا عزم کیا نیز ہر طرح کی قربانی دینے کا بھی وعدہ کیا۔

تحفظ اوقاف کانفرنس وتحفظ مدارس کنونشن کے لئے امان اللہ پٹی ارریہ میں میٹنگ

تحفظ اوقاف کانفرنس وتحفظ مدارس کنونشن اور جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی کو ای میل بھیجنے اور لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے ایک اہم ہنگامی میٹنگ امان اللہ پٹی ارریہ میں کی گئی جس میں مفتی محمد عتیق اللہ رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ گاچھی ٹولہ ارریہ، مولانا عبدالتواب قاسمی قاضی شریعت بیر نگر بسہریا ارریہ، مولانا محمد سرفراز رحمانی نائب قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ گاچھی ٹولہ ارریہ، مولانا عبدالباری مبلغ امارت شرعیہ نیز 80 / مساجد کے ذمہ داران، دانشوران، علماء اور ائمہ حضرات نے شرکت کی، اخیر میں مفتی محمد عتیق اللہ رحمانی کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

Scanned with CamScanner

وقف کی حقیقت اور مجوزہ وقف ترمیمی بل

مولانا شمیم اکرم رحمانی

وقف کے لغوی معنی یوں تو رکنے اور ٹھہرنے کے ہیں لیکن اصطلاح میں لفظ وقف موقوف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور اس کی جمع اوقاف ہے جس کا مطلب ہے وقف شدہ چیزیں۔ فقہائے اسلام نے وقف کی مختلف الفاظ میں تعریفیں کی ہیں جن کے مفہوم میں بڑی حد تک یکسانیت ہے۔ فقہائے احناف کے درمیان وقف کی تعریف میں گرچہ کچھ اختلاف ہے تاہم وہ قول جو فی الواقع قابل ترجیح اور احناف کا موقف ہے وہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) کا قول ہے، جس کے مطابق ''وقف کسی شے کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر اس طرح روکنے کا نام ہے کہ اس شے کے منافع عام لوگوں کو مل سکیں'' (الدر مع الرد ۶/۵۱۹)

اب ظاہر ہے کہ وقف کے نتیجے میں وقف شدہ چیزیں جب براہ راست اللہ کی ملکیت میں چلی جاتی ہیں تو وقف کرنے والے کے لیے اس وقف شدہ شے میں کوئی ایسا تصرف جائز نہیں رہتا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکے کہ واقف تا حال اس مال کا مالک ہے، اسی لیے فقہائے اسلام نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ وقف شدہ چیز کو وقف کرنے والا شخص نہ بیچ سکتا ہے، نہ خرید سکتا ہے، اور نہ ہی ہبہ کرسکتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وقف شدہ شے سے واقف ہر طرح سے بے تعلق اور دستبردار ہو جاتا ہے، سچائی تو یہ ہے وقف کے بعد گرچہ مال موقوف سے واقف کا مالکانہ حق ختم ہوجاتا ہے لیکن ایک ایسا روحانی رشتہ قائم ہوتا ہے جس میں قیامت تک اس کے مخلصانہ منشا کی رعایت کی جاتی ہے، اسی لیے اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مال موقوف کا استعمال منشائے واقف کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔ وقف کے احکام میں واقف کے منشا کی رعایت کو مرکزی حیثیت حاصل ہونے کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں تاہم سب سے اہم وجہ خالق کائنات کی طرف سے واقف کی دلجوئی ہے جس پر غور کرنے سے وقف کی خصوصی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ تمام مذاہب میں خلق خدا کی امداد کی ترغیب موجود ہے، لیکن اس حقیقت کو قبول کیے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے کہ مذہب اسلام نے خلق خدا کی دادرسی کے نظام کو جس طرح مستحکم، منظم اور منضبط کیا ہے اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں پیش کی جاسکتی ہے، خواہ وہ صدقات اور زکوۃ کا نظام ہو یا اوقاف کا، یہ بات صحیح ہے کہ وقف کا نظام بھی زکوۃ وصدقات کے نظام کی طرح ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کی ایک موثر تدبیر ہے لیکن عام صدقات کے نظام میں اور وقف کے نظام میں تھوڑا سا فرق بھی ہے، وہ یہ ہے کہ عام صدقات میں جس شخص کو صدقہ کا مال دیا جاتا ہے وہ اس مال کا مالک ہوجاتا ہے لیکن وقف میں کوئی انسان وقف شدہ شے کا مالک نہیں ہوتا ہے صرف اس لیے کہ براہ راست خدا تعالیٰ اس وقف شدہ مال کا مالک ہوجاتا ہے۔

اوقاف کے پورے نظام پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وقف کا نظام اسلام کے پیش کردہ فلاح دارین کے جامع تصور کا روشن اور اہم باب ہے، جس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، میرا خیال ہے کہ دنیا کا کوئی نظام خلق خدا کے لیے وقف کے نظام سے زیادہ سودمند بننے کی اہلیت نہیں رکھتا ہے، غالباً اسی لیے وقف کے نظام کو اسلام کے مالیاتی نظام میں بنیادی اہمیت اور عالمگیر حیثیت حاصل ہے، روایات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ عہد رسالت ہی میں اس مقدس سلسلہ پر بہت مضبوطی سے عمل شروع ہوگیا تھا، تاریخ اسلام کا سب سے پہلا وقف خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف جہاں مسجد قبا کے لیے زمین وقف کر کے اس مقدس سلسلے کا آغاز فرمایا تو دوسری طرف ایک یہودی سے ملنے والے ان سات باغات کو بھی وقف فرمایا جسے اسلام میں سب سے پہلا وقف خیری کہلانے کا اعزاز حاصل ہے، بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں متعدد صحابہ کرام نے بھی بیش قیمت جائیدادیں اور اثاثے وقف کرنے شروع کردیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے اس بہترین عمل کے اثرات جستہ جستہ پوری دنیا میں ظاہر ہوئے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے تمام ادوار میں مسلمان جہاں کہیں بھی رہے، اللہ رب العزت کی رضا کے لیے کثرت سے جائدادیں وقف کرتے رہے، اسی لیے اوقاف کا نظام پوری دنیا میں موجود ہے اور مختلف طرح کی رخنہ اندازیوں کے باوجود ملت کے وسیع تر مفاد میں کام کررہا ہے۔

اگر ہندوستان کی بات کی جائے تو یہاں بھی مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی وقف کا سلسلہ شروع ہوا جو تمام ادوار میں جاری رہا اور اس کی وجہ سے ایک طرف جہاں بہت سے کمزور طبقات خود کفیل ہوتے رہے تو دوسری طرف مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد علوم وفنون سے آراستہ ہوتی رہی اور اصحاب علم و فضل کی کفالت کا بڑی حد تک نظم بھی ہوتا رہا لیکن جب ملک پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو اس کی وجہ سے دیگر نظام کے ساتھ ساتھ اوقاف کا نظام بھی متاثر ہوا، برطانوی حکومت نے بہت سی وقف شدہ جائدادیں اپنی تحویل میں لے لیں جس کے اثرات عام لوگوں پر اس طرح پڑے کہ انہوں نے بھی وقف شدہ جائدادوں کو ہڑپنا شروع کردیا اور پھر بڑے پیمانے پر وقف شدہ جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ ہونے لگا، جس کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ قانون سازی کی راہ سے تحفظ اوقاف کا مطالبہ کیا جائے چنانچہ ملک میں تحفظ اوقاف کے لیے قانون سازی کا مطالبہ شروع ہوا اور 1923ء میں مسلم وقف ایکٹ نافذ ہوا جس سے گرچہ بہت زیادہ فائدہ نہیں ہوا لیکن باضابطہ اوقاف کے تحفظ کی ایک راہ ضرور نظر آگئی اسی لیے جب ملک آزاد ہوا تو آزادی کے محض 6 سالوں کے بعد 1953ء میں نیا وقف ایکٹ منظور ہوا۔ لیکن یہ ایکٹ بھی ناکافی ہی تھا اس لیے ترمیمات کے بعد 1995ء میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے سنٹرل وقف ایکٹ 1995ء کو منظور کیا، گویا کہ آزادی کے بعد اوقاف کے تحفظ کے لیے کئی قوانین بنے لیکن ان قوانین اور ترمیمات سے توقع کے مطابق نتائج برآمد نہیں ہوسکے، لہٰذا آخری بار 2013ء میں مسلم پرسنل لاء بورڈ، مسلم مجلس مشاورت کے ساتھ ساتھ دوسری ملی تنظیموں کے تعاون اور بورڈ کے اس وقت کے سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دلچسپی اور انتھک جدوجہد کے بعد وقف ایکٹ میں مزید ترمیمات ہوئیں اور بہت سی خامیوں کو دور کیا گیا۔

اب موجودہ حکومت وقف بورڈ کے پرانے قانون میں سو سے زائد ترمیمات کرنا چاہتی ہے جس کے لیے اس نے مورخہ 8/اگست 2024ء کو بل پارلیمنٹ میں پیش کیا جو منظور نہیں ہوسکا بلکہ جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے حوالے ہوا، اور فی الوقت بل وہیں ہے، بظاہر بل کے منظور ہونے کی گرچہ بہت زیادہ امید نہیں ہے لیکن حکومت کے پاس اور بھی چور دروازے ہیں جن کے واسطے سے وہ بل منظور کروانے کی کوشش کرسکتی ہے، مجھے معلوم نہیں ہے کہ آنے والے دنوں میں کیا ہوگا، چاہے جو ہو لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بل مسلمانوں کے لیے بے انتہا نقصاندہ ہے، بل کے مسودے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت نے مجوزہ وقف ترمیمی بل میں وقف کی تعریف، متولی کی حیثیت اور وقف بورڈوں کے اختیارات کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی پوری کوشش کی ہے اور ایسی ترمیمات لانے کی خواہاں ہے جو نہ صرف آئین کی روح کے خلاف ہیں بلکہ وقف کے مقاصد اور واقف کی منشا متاثر کرتی ہیں، خواہ وقف بورڈ میں مسلمان چیف ایگزیکٹو آفیسر کی شرط کو ختم کرنے تجویز ہو، کم از کم دو غیر مسلم ممبران کو ریاستی حکومت کے ذریعہ تعینات کرنے کی سفارش ہو، زبانی وقف کے تسلیم نہ کرنے کی بات ہو، وقف بائی یوز کو ختم کرنے کی گفتگو ہو، وقف کی جائیداد کے طے کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد اختیارات ضلع کلکٹر کو سپرد کرنے کا معاملہ ہو، وقف علی الاولاد کی صورت میں سلسلہ وراثت کے ختم ہونے کے بعد اوقاف کی آمدنی میں مرکزی حکومت کی دخل اندازی کی راہ صاف کرنے کی جرأت ہو یا واقف کے لیے گزشتہ پانچ سال اسلام پر عمل کی مضحکہ خیز شرط، کوئی ایک تجویز بھی وقف کی جائیدادوں کو تحفظ فراہم کرنے والی نہیں ہے، اگر پورے بل میں کہیں ایک آدھ تجویز معقول اور مناسب بھی ہے تو دیگر نامعقول اور نامناسب تجویزوں کی وجہ سے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی ہے، بل میں خواتین کو وقف ٹریبونل میں جگہ دینے کی بات بھی کم عجیب نہیں ہے، اسلئے کہ وقف ٹریبونل میں خواتین کی گنجائش پہلے کے قانون میں موجود ہے۔ مجموعی طور پر یہ بل اوقاف کی حیثیت کو بدلنے والا، وقف بورڈ کی اہمیت کم کرنے والا اور واقف کی بجائے حکومت کی منشا کے مطابق کام کرنے والا ہے، اگر یہ منظور ہوا تو نہ صرف ملک بھر میں پھیلی ہوئی وقف جائیدادوں کا تحفظ خطرے میں پڑ جائے گا اور کئی خانقاہوں، درگاہوں، امام باڑوں، مسجدوں کے وقف کی حیثیت شک کے دائرے میں آجائے گی بلکہ تنازعات کا ایک نیا سلسلہ بھی شروع ہوگا، جس سے ملک کی جمہوریت کو مزید خطرات لاحق ہوں گے۔

یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے سمجھنے میں دشواری ہو، نئی تعلیمی پالیسی کے مسودے کی طرح غلط ارادوں کو یہاں اشاروں میں بیان نہیں کیا گیا ہے، بلکہ صراحت کے ساتھ سب کچھ لکھا گیا ہے۔ بل کے مسودے کا مطالعہ کرکے کوئی بھی سمجھدار انسان ان حقائق کو سمجھ سکتا ہے، حکومت اور اس کی حلیف جماعتیں بل کی حمایت میں خوش کن الفاظ کا استعمال ضرور کررہی ہیں لیکن بل کا مسودہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ دال میں کالا نہیں ہے، پوری دال کالی ہے۔ حیرت ہے مرکزی وزیر قانون کرن رجیجو نے بل کے دفاع میں یہاں تک کہا ہے کہ یہ بل حقوق سے محروم لوگوں کو حقوق دینے کے لیے لایا گیا ہے لیکن شاید وہ بالقصد بھول گئے کہ اوقاف کی جائیدادوں کا مصرف طے کرنے کا ان کے پاس کوئی حق ہی نہیں ہے، صرف اسلئے نہیں کہ وہ جائیدادیں حکومت کی دی ہوئی نہیں ہیں بلکہ اس لیے بھی کہ وقف خالص شریعت کا معاملہ ہے جس کے احکام، مصالح اور مسائل طے ہیں جن سے مسلمان کبھی دستبردار نہیں ہوسکتے ہیں۔ اگر حکومت کا کچھ کام ہے تو بس اتنا کہ وقف کی جائیدادوں کے تحفظ کو یقینی بنائیں، ناجائز قبضوں کو چھڑائیں اور وقف کی آمدنی کو بڑھا کر اسے واقف کی منشا کے مطابق خرچ کریں، وقف ایکٹ 2013 کی ترمیمات پر عمل کریں، آخر اس ملک میں مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی اور معاشی حالات کی تشویشناکیوں سے کون ناواقف ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت مسلمانوں کے حالات کو درست کرنے کی تدابیر پر غور کرتی لیکن افسوسناک بلکہ شرمناک بات ہے کہ حکومت مسلمانوں کو کچھ دینے کی بجائے مسلمانوں سے ہی کچھ لینا چاہتی ہے، اگر حکومت کی نیت صاف ہے اور اوقاف کی جائیدادوں کے تحفظ کی انہیں فکر بھی ہے تو سیدھی سی بات ہے کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ نے 2013 میں جو مزید ترمیمات کی سفارش کی تھی، اور وہ کانگریس کی مہربانیوں سے سفارشات بل کا حصہ نہیں بن سکی تھیں، انہیں نافذ کرے۔ اس کے علاوہ دہلی کی 123 وقف کی جائیدادوں کو مکمل طور پر وقف بورڈ کے حوالہ کرے، لیکن ظاہر ہے حکومت ان دونوں کاموں کو نہیں کرے گی لہٰذا مسلم لیڈران کی ذمہ داری ہے کہ وہ آپسی اتحاد واتفاق کے ساتھ بہت ہی بیدار مغزی سے حالات کا مقابلہ کریں، ممکن ہوسکے تو مسلم پرسنل لاء بورڈ 2013 میں منظور نہیں ہونے والی سفارشات کا پوری ہوش مندی کے ساتھ مسودہ تیار کرکے جے پی سی کو سونپ دے کہ اور حکومت سے مطالبہ کرے کہ اگر ترمیمی بل پیش کرنا ہے تو تمام قابل اعتراض عناصر کو ہٹا کر، ان ترمیمات کو شامل کیا جائے۔ یہ صحیح ہے کہ وقف ترمیمی بل کے حوالے سے مسلم پرسنل لا بورڈ، امارت شرعیہ اور دیگر اہم ملی تنظیموں کا کردار متوازن اور مناسب رہا ہے لیکن معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر مزید بہتر اقدامات پر غور وخوض کرنا ہوگا، کیوں کہ اگر مسلمان آزاد بھارت میں اپنے آباؤ اجداد کے ورثے کو بچا نہیں سکیں گے تو نیا زمانہ اور نئے صبح وشام کیا پیدا کرسکیں گے؟

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادلِ باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

امارتِ شرعیہ

تحفظ اوقاف کے لیے امارتِ شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کی
کاوشوں کے پیش نظر منظوم کلام

امارت مومنوں کو نیند سے بیدار کرتی ہے
مصائب آنے سے پہلے ہمیں ہشیار کرتی ہے

کلام پاک اور سنت کی راہوں پر ہمیں لا کر
ہماری زندگانی کو یہ باکردار کرتی ہے

بزرگوں سے ہمارے ہے ملا ہم کو یہ سرمایہ
کٹھن راہیں ہماری یہ سدا ہموار کرتی ہے

امارت جب کسی بھی مسئلہ کو لے کے اٹھتی ہے
تو اس کی فکر لازم طور پر سرکار کرتی ہے

مسلماں ایک جٹ ہو کر امارت پر نچھاور ہوں
یہ خوبی دشمنوں کی زندگی دشوار کرتی ہے

مسلماں خود پہ احکام خدا نافذ کرے ہر دم
دلِ مومن کو اس جذبہ سے یہ سرشار کرتی ہے

امارت کی صدا سے آ ملا اپنی صدا حیدؔر
اکیلے شخص کو دنیا ذلیل و خوار کرتی ہے

✍️ اشتیاق حیدؔر قاسمی سمستی پوری
خادم امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

Scanned with CamScanner

ثقافت اور کلچر کے نام پر اسلامی تہذیب سے دور ہوتے جا رہے ہیں مسلمان

عبدالغفار صدیقی

اس وقت ساری دنیا میں ہل چل ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالمی طاقتوں کا توازن بدلنے والا ہے۔تہذیبوں کے درمیان تصادم اپنی انتہا پر ہے۔ایک دوسرے پر غلبہ کی جنگ عروج پر ہے۔دنیا کی تاریخ میں ایسا پہلے بھی کئی بار ہوا ہے۔ایک وقت وہ تھا جب مسلمان عرب کے ریگزاروں سے اٹھے تھے اور رفتہ رفتہ ساری تہذیبوں پر چھا گئے تھے۔دنیا کے ہر حصہ پر ان کی تہذیب کا عکس تھا۔جن لوگوں کا مذہب اسلام تھا وہ تو اسلامی تہذیب پر فخر کرتے ہی تھے۔لیکن جن قوموں کا مذہب اسلام نہیں تھا وہ بھی اسلامی تہذیب کے زیر نگیں ہونے اور اس کو اپنانے پر سر بلندی محسوس کرتے تھے۔صدیوں تک اسلامی تہذیب غالب رہی۔لنگوٹی باندھنے والے بھی شیروانی پاجامے میں آ گئے۔ہیٹ اور کوٹ پہننے والے بھی مسلم اندلس میں جا کر طالب علم بن گئے۔بود و باش ہو یا زبان، یہاں تک دستر خوان پر اسلامی تہذیب نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔مسلمانوں کے زوال کے ساتھ ہی ان کی تہذیبی اقدار سے کنارہ کشی کی جانے لگی۔اس کے بعد برطانوی سامراج کا دور آ گیا۔عیسائیت زدہ انگریزی تہذیب نے پاؤں پسارے اور چند دہائیوں میں ہی سب پر غالب ہوگئی۔ان کی زبان اور طرز بیان، ان کا لباس، ان کے فنکشن سماج کا جزو بن گئے۔پھر برطانوی سامراج کا سورج غروب ہوگیا، مگر ان کے جانے کے بعد چونکہ مجموعی طور پر کوئی دوسری تہذیب اس کی جگہ لینے کی پوزیشن میں نہیں تھی، اس لیے ایک ایسا کلچر وجود میں آ گیا جس پر انگریزی کلچر کا اثر نمایاں تھا۔تاج برطانیہ سے آزادی کے بعد بھی کسی ملک میں اسلامی نظام کا احیاء نہیں ہوا۔بلکہ وہ برطانوی قانون کی پاسبانی کرتے رہے اس لیے ان ممالک میں برطانوی تہذیب ہی کا جلوہ قائم رہا۔انگریز ممالک نے آزادی دینے کے باوجود کسی نہ کسی طور پر اپنا شکنجہ کسے رکھا۔اقوام متحدہ کی شکل میں آزاد ممالک کی خود مختاری کو قید کر لیا گیا۔آئی ایم ایف جیسے ادارے بنا کر انھیں معاشی غلام بنا لیا گیا اور بیشتر ممالک پر ان کی کٹھ پتلی حکومتیں قائم آج تک ہیں۔

بھارت بھی آزاد ہوا۔مگر آزادی کے ساتھ ساتھ تقسیم بھی ہوگیا۔تقسیم کے ساتھ ہی عالمی طاقتوں نے ہمسایہ ممالک میں عداوت و رقابت کا رشتہ قائم کر دیا۔جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ تمام ممالک جو آزاد ہونے کے ساتھ تقسیم بھی ہوئے تھے اپنے ہمسایہ ممالک سے ہمیشہ کے لیے حالت جنگ میں آ گئے۔عالمی طاقتوں نے انتہائی چالاکی و مکاری سے ان ممالک کو دفاعی اور فوجی امور میں تعاون و مدد کے نام پر اپنے اپنے زیر اثر کر لیا۔اس وقت دنیا کے جتنے بھی ممالک ہیں ان کی خارجہ پالیسی کسی نہ کسی عالمی طاقت کے ماتحت ہے۔اس صورت حال میں انگریزی تہذیب ہر ملک میں قائم رہی اور پھلتی پھولتی رہی۔مسلمان ملکوں کے بیشتر حکمرانوں کی تعلیم امریکہ، برطانیہ، فرانس میں ہوئی اور وہاں سیکولرزم، جمہوریت، آزادی کے پر فریب نعروں سے ان کے دماغوں کو منور کیا گیا۔دین و مذہب کا تعارف اس طرح کرایا گیا کہ خود انسان اپنے مذہب سے بیزار نظر آنے لگا۔مذہب کو مخالفت، مخاصمت، دقیانوسیت اور آخر کار دہشت گردی سے تعبیر کر دیا گیا۔

عالمی سطح پر اس وقت اگر ہم جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ انگریزی کلچر کا بول بالا ہے۔شراب نوشی کے لیے ہر ملک میں سرٹیفائڈ میخانے موجود ہیں، جنھیں اب بار کہا جاتا ہے۔ڈانس اور رقص کے لائسنس جاری کیے جا رہے ہیں۔فاسٹ فوڈ کے نام پر پیزا اور برگر گاؤں کے گلی کوچوں میں پہنچ گیا ہے۔آزادیٔ نسواں کے نام پر مغرب نے صدیوں پہلے ہی اسے بازار میں لا کھڑا کر دیا تھا اب وومن امپاورمنٹ کے نام پر اس کو جنسی آزادی عنایت کر دی گئی ہے۔خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔جس کے نتیجے میں اولڈ ہوم وجود میں آئے ہیں۔ذمہ داریوں سے فرار کے لیے لیو ان ریلیشن شپ کو قانونی تحفظ دیا جا رہا ہے۔

دنیا بھر کے مسلمان انگریزی تہذیب سے متاثر ہوئے، ان کی نسلیں یوروپ میں آباد ہوئیں اور ان میں سے کچھ عیسائی ہوگئیں۔مسلمان اس بات سے خوش ہیں کہ لوگ آج بھی اسلام قبول کر رہے ہیں، بہت سی رپورٹوں میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ 2050 تک مسلمان دنیا میں سب سے بڑی آبادی ہو جائیں گے۔مگر انھیں یہ معلوم نہیں کہ کتنے مسلمان اپنا دین چھوڑ کر دوسروں کا دین قبول کر رہے ہیں۔Emergency Credit Line Guarantee Scheme کی ایک رپورٹ کے مطابق یوروپ میں ہر سال 4000 سے 30000 تک مسلمان عیسائی ہو رہے ہیں۔انٹرنیٹ پر موجود ایک سروے کے مطابق اس وقت بھارت میں ایک کروڑ بیس لاکھ مسلمان وہ ہیں جن کا سابق دین اسلام تھا۔انھیں ایکس مسلم کہا گیا ہے۔ہم ذرا اپنے آس پاس، اپنے شہروں اور خاص طور پر میٹرو پولیٹن شہروں کا جائزہ لیں تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ مسلم نوجوانوں کی خاطر خواہ تعداد عملاً غیر اسلامی تہذیب کو قبول کر رہی ہے۔ہم آئے دن مسلم لڑکیوں کی ہندو لڑکوں سے شادی اور ان کے ساتھ فرار ہونے واقعات اخبارات میں پڑھتے ہیں۔مگر ہمیں مسلمانوں کے گھروں میں در آنے والی غیر اسلامی تہذیب نظر نہیں آتی، بھارت میں ایک گروہ نے آزادی سے پچاس سال پہلے ہی اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟ اسے معلوم تھا کہ انگریز ایک دن ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔اسے یہ بھی معلوم تھا کہ مسلمانوں کی کوئی منظم طاقت نہیں ہے اس لیے وہ ملک کا اقتدار نہیں سنبھال سکیں گے۔اس لیے اس نے اپنی تہذیب کی توسیع و اشاعت اور غلبہ کے لیے منظم کوششیں شروع کیں۔ان کی سو سال کی جد و جہد رنگ لائی اور موجودہ وقت میں وہ ایک غالب تہذیب کے ساتھ ابھر کر سامنے ہیں اور مسلمانوں کے دین و ایمان اور ان کے دینی شعائر کے لیے خطرہ بن گئے ہیں۔

دانشوروں نے تہذیب کے چار عناصر بیان کیے ہیں۔ان میں ایک طبعی ہے جس کے تحت جغرافیائی حالات آتے ہیں۔ایک مخصوص خطے کے لوگ اپنے بہت سے امور میں اپنے جغرافیائی حالات کے پابند ہوتے ہیں۔دوسرا عنصر آلات و اوزار ہیں، جن کے ذریعہ ایک قوم یا ایک خطہ میں رہنے والے لوگ اپنی زندگی کو آسان بناتے ہیں، تیسرا عنصر نظام فکر و احساس ہے۔تہذیب کا یہی عنصر سب سے زیادہ اہم ہے۔انسان کے اعمال کا دار و مدار اس کی فکر اور سوچ پر ہے۔وہ اگر موحد ہے اور خدا کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بھی مانتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے کوئی ضابطہ حیات تشکیل دیا ہے تو اس کے اعمال الگ نوعیت کے ہوں گے۔اس کے بالمقابل ایک ملحد، مشرک اور کافر کے اعمال بالکل متضاد نوعیت کے ہوں گے۔اسی عنصر سے چوتھا عنصر وجود میں آتا ہے جسے ہم سماجی اقدار کہتے ہیں۔ان دونوں عناصر کی فہرست میں ہمارا اخلاقی نظام، ہمارے معاشرتی معلامات، ہماری معیشت و سیاست شامل ہیں۔ہم کیا بولتے ہیں اور کیسے بولتے ہیں، ہمارے یہاں بڑوں سے گفتگو کا سلیقہ اور چھوٹوں کے ساتھ رویہ کن تعلیمات کی بنیاد پر ہوگا۔یہ ہماری تہذیب طے کرتی ہے۔ہم کیا کھاتے ہیں اور کس طرح کھاتے ہیں؟ یہ تہذیب کا موضوع ہے۔ہم سماجی رشتوں کو کس طرح نبھاتے ہیں، ان میں تقدس، حیاء اور ایک دوسرے کے حقوق کا کس طرح خیال رکھتے ہیں؟ یہ موضوعات تہذیب کے باب میں زیر بحث آتے ہیں۔مسلمان چونکہ ایک دین رکھتے ہیں۔وہ دین ان کو نبی اکرمؐ کے واسطے سے ملا ہے۔اس دین کی تعلیمات الٰہی ہدایات پر منحصر ہیں اس لیے ان کی تہذیب کا محور قرآن و سنت ہے۔ان کی تہذیبی تاریخ میں توحید و رسالت پر ایمان کے ساتھ ساتھ اکرام انسانیت، تحفظ عصمت، امانت و دیانت، شرم و حیاء، حجاب و ستر پوشی، رزق حلال، کشادہ قلبی، معافی و درگذر، صبر و قناعت، مہمان نوازی اور ایفائے عہد جیسے روشن ابواب ہیں۔مسلمان جہاں بھی رہے اور جس حال میں بھی رہے وہ ان مذکورہ اقدار کے امین اور اسلامی تہذیب کے نمائندہ بن کر رہے۔وہ چاہے امن کی حالت میں ہوں یا خوف کی یہاں تک کہ حالت جنگ میں بھی ہوں، وہ کشادگی کی حالت میں ہوں یا فقر و فاقہ کی، وہ اہل علم میں سے ہوں یا غیر تعلیم یافتہ انھوں نے اکثر اپنی تہذیبی روایات کو برقرار رکھا۔

مگر موجودہ صورت حالت یکسر بدلی ہوئی ہے۔ہمارے کسی عمل سے ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ ہم اپنی ایک مستقل اور پائیدار تہذیب کے امین ہیں۔ہمارے یہاں جو رسومات انجام دی جاتی ہیں ان میں سے نوے فیصد مشرکانہ رسوم ہیں۔خواہ ان کا تعلق پیدائش سے ہو یا موت سے، خوشی سے ہو یا غم سے۔ہم گفتگو کے آداب بھول گئے۔بزرگوں کا احترام اور بچوں سے شفقت کو فراموش کر بیٹھے۔انبیاء و صلحاء کے تذکرے تو دور ہم ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں۔کھانے کی دعائیں تو کب کی بھول بیٹھے ہیں اب تو دستر خوان کی جگہ بوفے نے لے لی ہے اور کھڑے ہو کر کھانے کے فضائل و مناقب بیان کیے جا رہے ہیں۔ملاقات کے آداب میں تسلیمات کی جگہ گڈ مارننگ اور Hii اور By نے لے لی ہے۔نمشکار اور ہاتھ جوڑنے کا چلن عام ہوتا جا رہا ہے۔شمالی ہند میں سرکاری اسکول ششو مندر بن کر رہ گئے ہیں۔نجی تعلیمی ادارے بھی سنگھ کے زیر اثر ہیں اور مسلم تعلیمی ادارے ان کی نقالی میں ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں۔

کوئی مخصوص زبان اگرچہ تہذیب کا لازمی عنصر نہیں، مگر بھارتی مسلمانوں کا تہذیبی سرمایہ ایک مخصوص زبان اردو سے تعلق رکھتا ہے۔اسی اردو سے ہم نابلد ہوتے جا رہے ہیں، مدارس اسلامیہ اور مساجد کے ہدایت نامے بھی اردو کے بجائے ہندی میں نظر آنے لگے ہیں۔قومی تہواروں کو جوش و خروش سے منانا اچھی بات ہے، لیکن مساجد میں قومی ترانے اور قومی پرچم لہرانے کی روایت اسلامی تہذیب سے مغائر ہے۔اس بار تو حد ہوگئی۔سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو وائرل ہو رہی ہے جس میں مسجد میں جن گن من گایا جا رہا ہے اور مولانا صاحب اس کی وضاحت میں فرما رہے ہیں کہ اس گیت میں خدا کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ایک دوسری مسجد میں یوم آزادی کے موقع پر رقص کے لبادے میں ایکشن ترانے ہو رہے ہیں اور اس کی افادیت پر ایک عالم دین مصر ہیں۔

یہی تہذیبی یلغار ایک دن انسان کے عقائد کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔رفتہ رفتہ انسان ایک تہذیب سے دوسری تہذیب میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا دین کب بدل گیا اسے پتا بھی نہیں چلتا۔جب دنیا میں ایک مسلمان اور ایک غیر مسلم کی بود و باش اور انداز فکر میں کوئی فرق نہیں ہوگا تو انجام بھی یکساں ہوگا۔اسی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "من تشبہ بقوم فھو منھم" (ابوداؤد) جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں شمار کیا جائے گا۔اس جانب اہل حل و عقد کو فوراً توجہ دینا چاہئے اور ہندو تہذیب کی یلغار سے خود کو اور آنے والی نسلوں کو بچانے کی تدابیر اختیار کرنا چاہئے ورنہ ارتداد کی آندھی سب کو اپنے ساتھ اڑا لے جائے گی۔

وہ دل انسان کا دل نہیں

اگر کسی ملک میں امریکہ کی دولت، روس کا نظام، عرب ممالک کے پٹرول کے چشمے ہوں، سونے اور چاندی کی گنگا جمنا بہتی ہو، لیکن اس ملک میں محبت کا سر چشمہ خشک ہو چکا ہو تو وہ ملک کنگال ہے، اس ملک پر اللہ کی رحمتیں نازل نہ ہوں گی، ابھی انسان کی آنکھ آنسو بہانے کے قابل ہے، ابھی انسان کا دل تڑپنے، سلگنے اور چوٹ کھانے کے قابل ہے، جو دل اس قابل نہیں، ایسے دل کو دل نہیں بلکہ پتھر کی سل کہتے ہیں، جو خدا کی بارگاہ میں کوڑی کے قابل نہیں ہے، چاہے وہ مسلمان کا دل ہو یا ہندو، سکھ، عیسائی کا دل ہو، دل تو اس لئے ہے کہ وہ تڑپے، لرزے، روئے، اس میں زمین سے زیادہ شادابی، آبشار سے زیادہ سیرابی، کائنات سے زیادہ وسعت اور بادلوں سے زیادہ برسنے کی صلاحیت ہے۔

کوئی جا کر کے کہہ دے ابر نیساں سے کہ یوں برسے ☆☆☆ کہ جیسے مینھ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے

وہ آنکھ انسان کی آنکھ نہیں نرگس کی آنکھ ہے جس میں نمی نہ ہو، وہ دل انسان کا دل نہیں، چیتے کا دل ہے جس پر کسی درد کی چوٹ نہ لگے، جو کبھی انسانیت کے غم میں رونا تڑپنا نہ جانے، وہ پیشانی جس پر کبھی ندامت کا پسینہ نہ آئے وہ پیشانی نہیں بلکہ کوئی چٹان ہے، جو ہاتھ انسانیت کی خدمت کے لئے نہیں بڑھتا ہے وہ مفلوج ہے، وہ ہاتھ جو انسان کی گردن کاٹنے کے لئے بڑھتا ہے اس سے شیر کا ہاتھ بہتر تھا، اگر انسان کا کام کاٹنا تھا تو قدرت اس کو بجائے ہاتھوں کے تلوار دے دیتی۔اگر انسان کا مقصدِ زندگی صرف مال جمع کرنا تھا تو اس کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کے بجائے ایک تجوری رکھ دی جاتی، اگر انسان کا کام صرف تخریب کے منصوبے بنانا تھا تو اس کے اندر انسان کا دماغ نہ رکھا جاتا بلکہ کسی شیطان کسی راکشش کا دماغ رکھ دیا گیا ہوتا۔(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

Scanned with CamScanner

ہر معاملے میں اعتدال پسندی ضروری

ونیتا

گھر بالکل صاف ستھرا ہونا چاہئے، میں تو رات کو ٹھیک 5 بجے سو جاتی ہوں اور صبح ہر بجے تک اٹھ جاتی ہوں، ہمارے بچے بہت فرمانبردار ہیں، ہم سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کرتے میرے والد اتنے اچھے انسان ہیں کہ وہ کسی بھی بات کے لئے دوسروں کو منع نہیں کر پاتے۔آپ نے اپنے آس پاس کچھ بہت اچھے افراد کو ضرور دیکھا ہوگا، جو ہمیشہ اپنی اچھائیوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں مگر انہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ کئی بار ان کی یہی اچھائیاں ان کے لئے پریشانی کا سبب بن جاتی ہیں۔

اعتدال ضروری ہے: انسان کی شخصیت اور رویئے میں توازن بہت ضروری ہے۔اس معاملے میں ماہر نفسیات ڈاکٹر اشوم گپتا کہتے ہیں کسی بھی سماج میں اچھے برے کی حدود وہاں کی صورتحال پر منحصر ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر لوگ نرم مزاج کو پسند کرتے ہیں لیکن جب کوئی شخص اچھا مزاج ہونے کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے دوسروں کی ہر بات ماننے لگتا ہے تو وہ نہ صرف اس کی اچھائی کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اس شخص کو بیوقوف سمجھ کر اس کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔اس لئے جس طرح ہم اپنے منفی رویوں میں توازن رکھتے ہیں ٹھیک اسی طرح ہمیں اپنے ان عادتوں اور رویوں کی جانب بھی تھوڑا ہوشیار رہنا چاہئے، جن کی تعریف تو سب کرتے ہیں مگر ان کی وجہ سے ہم مشکل میں پڑ سکتے ہیں۔

صحت کا معاملہ: صحت کے معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینا اچھی بات ہے لیکن کچھ لوگ معمولی سردی زکام جیسی پریشانیوں میں بھی کسی سنگین بیماری کی علامت ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ایسے افراد علاج کرانے کے بجائے اس کے بارے میں سوچ کر من ہی من میں پریشان ہوتے رہتے ہیں۔کئی بار کسی دوسرے بیمار شخص کی علامت سے اپنا موازنہ کر کے یہ سوچنے لگتے ہیں کہیں مجھے بھی اس شخص کی طرح برین ٹیومر جیسی کوئی سنگین بیماری تو نہیں ہے کیونکہ ابتدائی دور میں اسے بھی میری ہی طرح سر درد ہوتا تھا، صحت کا خیال رکھنا اور اس کی فکر کرنا دونوں بالکل مختلف باتیں ہیں۔اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ آپ متوازن غذا اور معمول کی زندگی اپنائیں لیکن کھانے پینے کے ساتھ اصولوں کے معاملے میں اپنے ساتھ زیادتی نہ کریں۔مثلا اگر آپ کو ذیابیطس ہے تو بھلے ہی مٹھائیاں نہ کھائیں مگر ماہرین کی صلاح پر اپنے کھانے پینے کی فہرست میں کچھ ایسے میٹھے پھلوں یا میوہ جات کو شامل کریں جو آپ کے لئے نقصاندہ نہ ہوں۔اس سے آپ کو شوگر لیول نہیں بڑھے گا اور من بھی خوش رہے گا نہیں تو روزانہ پھیکا اور بے ذائقہ غذا کھانے کی وجہ سے بھی کچھ لوگوں کی زندگی پر مایوسی چھا جاتی ہے، جس سے مستقبل میں ڈپریشن بھی ہو سکتا ہے۔اس لئے اپنی صحت کا خیال ضرور رکھیں مگر اس کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔

بہترین پرورش: کچھ لوگ اپنے بچوں کی پرورش کے معاملے میں نظم وضبط کے بھی اصولوں پر سختی سے پیرا عمل ہوتے ہیں۔انہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا مگر اپنی ایسی عادت کی وجہ سے وہ اپنے بچے سے خود اعتمادی چھین لیتے ہیں۔اس معاملے میں چائلڈ کاؤنسلر گیتی کا کپور کہتی ہیں، یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر خاندان میں بچوں کے لئے نظم وضبط کی پابندی ہونی چاہئے تاکہ ان میں اچھی عاتیں پروان چڑھیں۔ ان اصولوں پر عمل نہ کرنے پر بچے کو سزا دینا بھی غلط نہیں ہے۔وقت تب آتی ہے جب والدین چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے بچوں کو بار بار ٹوکتے ہیں۔اس کی وجہ سے وہ ضدی اور ڈھیٹ ہو جاتے ہیں اور جان بوجھ کر والدین کی بات نہیں مانتے۔دوسری طرف بار بار ڈانٹ سن کر بچوں کے دل میں والدین کیلئے ڈر وخوف بیٹھ جاتا ہے کہ وہ ان سے پوچھے بنا کوئی کام نہیں کرتے۔اس سے ان میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت پروان نہیں چڑھے گی اور ان کی خود اعتمادی کمزور ہو سکتی ہے۔اس طرح کچھ والدین اپنے بچوں کو ضرورت سے زیادہ تحفظ فراہم کرنے کیلئے فکرمند رہتے ہیں کہ انہیں کہیں بھی اکیلا نہیں جانے دیتے۔بچوں کا خیال رکھنا ضروری ہے مگر ان کی پرورش کیلئے انہیں دوستوں کے ساتھ ملنے اور کھیلنے کی آزادی بھی ملنی چاہئے۔اکثر ایسے بچے بڑے ہونے کے بعد شرمیلے ہو جاتے ہیں جس سے ازواجی زندگی میں انہیں کئی طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ضرورت سے زیادہ پیار: ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے لئے پیار اور شیئرنگ کے جذبات قدرتی ہیں لیکن جب یہ حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو اس کی وجہ سے بھی رشتے میں کئی طرح کے مسائل جنم لیتے ہیں۔اس تعلق سے ماہر نفسیات ڈاکٹر اشوم گپتا کہتی ہیں اپنے شریک حیات کا خیال رکھنا اچھی بات ہے۔جب میاں بیوی میں سے کوئی شخص دوسرے رے کا اتنا زیادہ خیال رکھنے لگے کہ اس رشتے کے علاوہ اس کی زندگی میں ماں باپ بھائی بہنیں اور دونوں کے لئے جگہ ہی نہ رہے تو اس کی وجہ سے میاں بیوی کے رشتے میں تناؤ بڑھنے لگتا ہے۔ہر شخص چند لمحے اپنے لئے نکالنا چاہتا ہے۔ایسے میں شریک حیات کو تھوڑا ذاتی وقت دینا ضروری ہے۔"

زیادہ شرافت اچھی نہیں: جس طرح زیادہ میٹھا کھانا صحت کے لئے نقصاندہ ہوتا ہے، اسی طرح اچھے رویہ کی بھی ایک حد ہونی چاہئے ورنہ یہی اچھائی آپ کی کمزوری بن جائے گی اور لوگ اس کا فائدہ اٹھانے لگیں گے۔ اسی طرح دوسروں کی مدد کرنے سے پہلے ایک بار یہ ضرور سوچیں کہ کیا واقعی اس شخص کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے یا اپنی است روی کی وجہ سے وہ ایسی امید کر رہا ہے اگر کوئی آپ سے بار بار مدد مانگے تو اس کے لئے کوئی بھی پہل کرنے سے پہلے اس بات پر ضرور غور کریں کہ کہیں وہ آپ کی شرافت کا فائدہ تو نہیں اٹھا رہا ہے۔

دفتر میں رویہ: دفتر میں اچھا رویہ ضروری ہے مگر ہمیشہ اپنے کام کو اہمیت دیں کیونکہ صرف اپنے رویے کے ذریعے کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں اپنے رویے میں نرمی برتیں لیکن دوسروں کو خوش کرنے کیلئے ان کی ہر بات نہ مانیں۔کچھ لوگ بے وجہ اپنے سینئر کی بہت زیادہ خوشامد کرتے ہیں۔ملازمتی زندگی میں یہ عادت اچھی نہیں مانی جاتی۔خیال رہے کہ چاپلوسی اور تعریف میں بہت معمولی فرق ہوتا ہے۔دفتر میں آپ کا رویہ توازن میں ہونا چاہئے۔سینئر ساتھی کو عزت دینا اچھی عادت ہے لیکن میٹنگ کے دوران بنا سوچے سمجھے ان کی ہاں میں ہاں ملانا غلط ہے۔اگر کسی سے آپ کو کوئی مسئلہ ہو تو اس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرنے میں دیر نہ کریں۔صاف گو افراد کی ہمیشہ ستائش کی جاتی ہے۔اگر آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دیں گے تو ہمیشہ تناؤ سے دور رہیں گے۔انقلاب 1رفروری 2018)

(بقیہ یادوں کے چراغ)

تکمیل تعلیم کے بعد کچھ دنوں حیدرآباد اور نگ آباد دکن میں بھی رہے، اور نواب فصاحت جنگ جلیل مانک پوری سے شاعری میں اصلاح لی، جو ان کے بھائی مولانا عبدالغفور شرر کے خاص استاد تھے۔اورنگ آباد میں مشہور شاعر درد کاکوروی (نذرالرحمٰن یا میر نذر علی درد) سے بھی ان کے مراسم رہے، درد کے ہدیہ کردہ کئی مجموعہائے اشعار کتب خانہ الفلاح استھاواں میں موجود ہیں جن پر "حضرت مولانا علی حسن رونق استھانوی زید لطفہ۔درد کاکوروی" لکھا ہے، نیز دیگر شعراء کے ساتھ بھی دکن میں صحبتیں رہیں، تمنا عمادی سے بھی شاعری میں اصلاح لی، اور انہوں نے ان کی تحسین فرمائی۔شروع میں اخبارات ورسائل میں مضامین بھی لکھے لیکن بعد میں صرف اپنا کلام اخبارات میں شائع کرانے پر اکتفا کرلیا۔

راقم کی نظر سے جامعہ رحمانی مونگیر کے ترجمان الجامعہ کے 1930 کے شماروں میں ان کے متعدد مضامین گذرے ہیں، جن میں ان کے نام کے ساتھ استاد جامعہ رحمانی لکھا ہے، جس سے ان کی وہاں تدریس کا پتہ چلتا ہے، اپنے وطن میں مدرسہ محمدیہ کے قیام کے بعد وہاں بھی کچھ دنوں تدریسی خدمت انجام دی۔اخیر میں مدرسہ عزیزیہ میں مدرس ہو گئے تھے اور تقریبا بیس سال وہاں تدریسی خدمت انجام دی۔اس دوران علوم اسلامیہ اور ادبیات سب کچھ پڑھانے کا موقع ملا، بہت سے نوجوانوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔1928 میں نئے نظام کے مطابق ملازمت سے سبکدوش ہوئے، اور تقریباً پندرہ سال بہار شریف میں گذارے، کچھ دن جامع مسجد کے ایک حجرہ میں رہے، پھر محلہ لہیری کے ایک چھوٹے سے حجرہ میں پوری زندگی گذاری، وفات سے قبل کہنہ سرائے میں اپنے ایک معتقد کے گھر منتقل ہو گئے تھے۔1993 میں وفات پائی۔

مولانا رونق بالکل فقیر مزاج آدمی تھے، اس لئے بہار شریف میں یہ طویل عرصہ بھی اسی عالم فقر میں گذرا، البتہ کچھ لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا، عروض پر بہت اچھی نظر تھی، جب تک فعال رہے شعری وادبی سرگرمیوں میں اہتمام سے حصہ بھی لیتے رہے، اور شعری مجلسیں بھی منعقد کرتے رہے، بالخصوص اپنے وطن میں وہ سال میں اہتمام سے ایک شعری نشست منعقد کرتے اور لوگوں کو مدعو کرتے۔

ان کے ماموں سید یسین صاحب گیلانی حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خادم خاص اور تربیت یافتہ تھے، اور غالبًا انہیں کے خلیفہ بھی تھے، یا پھر ان کے خلیفہ مولانا عبدالغفار سرحدی ثم گیاوی کے خلیفہ تھے، مولانا عبدالغفار سید یسین گیلانی کے برادر نسبتی تھے، ان کی ہمشیرہ مولانا سے منسوب تھیں۔سید یسین نے پوری زندگی بزرگوں کی خدمت میں گذاری تھی، اس کے بعد وہ معلم الحجاج بن کر لوگوں کو حج کراتے تھے۔انہوں نے حضرت رونق کو خلافت عطا فرمائی تھی، لیکن انہوں نے کبھی اس کا ذکر بھی نہیں کیا نہ کسی کو بیعت کیا، البتہ اخیر میں انہوں نے قاری طیب صاحب اخلاقی (و۲۰۱۷) اور مولانا عبداللہ خالد مظاہری کو خلافت عطا کر دی تھی۔یہ دونوں حضرات مدرسہ عزیزیہ میں ان کے ساتھ تدریسی خدمت انجام دے چکے تھے۔

حضرت رونق کی وفات 4اپریل 1993 کو بہار شریف میں ہوئی، قاری طیب اخلاقی نے نماز جنازہ یہیں پڑھائی۔جنازہ ان کی سسرال پنہسہ لے جایا گیا، جہاں ان کے اہل خانہ مقیم تھے، وہیں مسجد کے احاطہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت رونق بسیار گو شاعر، انہوں نے جو کچھ کہا اس کا بہت کم حصہ محفوظ رہ سکا، گر پورا کلام محفوظ رہتا تو ضخیم دیوان ہوتا، چند چھوٹے چھوٹے مجموعے شائع ہوئے، جن میں "دیوان رونق" نامی ایک ستر، اسی صفحہ کا کتابچہ ہے جو بہت پہلے ہی بھیرو پٹی چک بہاؤالدین دربھنگہ سے مطیع الرحمٰن غوثی صاحب نے 1936 میں شائع کیا تھا، اس کے علاوہ "لمعات رونق" اور "ضرب رونق" مسمی بہ اشک رونق اور اسی طرح کے دو تین چھوٹے چھوٹے مجموعے شائع ہوئے ہیں، جس میں دوسروں کا بھی کچھ کلام شامل ہے۔بقیہ کلام کا بڑا حصہ اخبارات ورسائل کے دفینوں میں گم ہو گیا، ایک چند اوراق کی "مثنوی یاد وطن" بھی ان کی یادگار ہے جو وطن کے اہل کمال کے اجمالی حالات اور اس سے اظہار محبت کے جذبات پر مشتمل ہے۔درحقیقت یہ مثنوی حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کی مثنوی "خواب وطن" کی تقلید میں اسی نہج پر لکھی گئی ہے۔مذکورہ کچھ حالات دیوان رونق کے دیباچہ سے ماخوذ ہیں۔ان کے ایک شاگرد جناب پروفیسر سید امتیاز صاحب علیگ سابق پروفیسر علامہ اقبال کالج بہار شریف ساکن محلہ بارہ دری (بہار شریف) ہیں جو ایک اچھے شاعر اور ممتاز اہل صلاح بزرگوں میں اور تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن ہیں، انہوں نے مولانا موصوف سے شاعری میں اصلاح لی ہے اور ان کے اہم شاگردوں میں ہیں۔حضرت رونق کی شاعری مستقل موضوع ہے اس لئے ہم اس کا ذکر یہاں چھوڑتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مذہبی تنوع کو کمیونل سول کوڈ کا نام نہ دیجئے

پروفیسر اختر الواسع

15 اگست کو لال قلعے کی فصیل سے قوم کو اپنے خطاب میں وزیر اعظم شری نریندر مودی نے جہاں اور بہت سی باتیں کہیں وہیں انھوں نے اب کے دو نئی اصطلاحوں کا استعمال بھی کیا اور وہ یہ کہ اس ملک میں کمیونل سول کوڈ کی جگہ سیکولر سول کوڈ ہونا چاہیے۔ شروع میں تو کانوں کو یہ بات بڑی بھلی لگتی ہے کہ ملک بھر میں سیکولر سول کوڈ چاہیے لیکن جب اس بیان کے سیاق و سباق کا گہرائی سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو لگتا ہے کہ یہ ایک فتنہ ہے جو ہندوستان کی رنگارنگی، مذہبی تنوع اور تکثیریت کے خلاف ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں دنیا کی تمام مذہبی روایات یکجا ہوگئی ہیں، دستور کے آٹھویں شیڈول میں دو درجن زبانوں کو تسلیم کیا گیا ہے، جہاں کے لوگ اس بات پر ہمیشہ سے فخر کرتے آئے ہیں کہ وہ ایک ایسے ملک کے باشندے ہیں جہاں پر مذہبی، تہذیبی، ثقافتی اور لسانی اکثریت ہے، جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی لیکن کبھی کسی کے مذہبی معتقدات سے چھیڑ خانی نہیں کی بلکہ ان کی قدر دانی کی۔ خود آزادی کے بعد کانگریس، جنتا پارٹی مخلوط سرکاروں اور انتہا یہ کہ بی جے پی کے زیر اثر حکومتوں کو 2024 کے الیکشن میں مطلوبہ اکثریت حاصل کرنے سے پہلے یہ خیال نہیں آیا۔ اتراکھنڈ، آسام، چھتیس گڑھ اور دوسری بی جے پی زیر اقتدار ریاستوں میں یونی فارم سول کوڈ کا جو چکر چلایا جا رہا ہے، یہ غالباً اسی کا جواز پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یونی فارم سول کوڈ سے ایسی کون سی شکل تیار کی جائے گی جو سب کے لیے یکساں طور پر قابل قبول ہوگی۔ شادی بیاہ، طلاق اور وراثت کے اصول کس طرح ہندوستان کے سماجی تانے بانے کو مختلف ہونے کی وجہ سے متاثر کر رہے ہیں؟ دنیا میں پرسنل لاز الگ الگ ہوتے ہیں لیکن سول اور ریونیو لاز دنیا میں کہیں بھی سوائے ہندوستان کے الگ نہیں ہوتے اور ان کا فائدہ صرف اکثریتی طبقے کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر جب آپ انکم ٹیکس کے کاغذات جمع کرتے ہیں اور اس میں یہ دعوی کرتے ہیں کہ آپ مشترکہ ہندو خاندان کا حصہ ہیں تو آپ کو ٹیکس میں خصوصی رعاتیں دی جاتی ہیں لیکن یہ رعایت صرف اور صرف ہندوؤں کو حاصل ہیں۔ ایک مسلمان یا عیسائی جو ہندوستانی سماجی روایات کے تحت بھلے ہی مشترکہ خاندان کا حصہ کیوں نہ ہو، اسے یہ رعایتیں اس کے باوجود نہیں ملتی ہیں۔

ہندوستان میں شادی کے لیے لڑکے کی عمر اکیس سال اور لڑکی کی اٹھارہ سال ہونی چاہیے اور ایسا ہی سب کرنے کے پابند ہیں۔ لیکن مسلمان لڑکی کی اجازت کے بغیر کسی نامحرم سے اس کی شادی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد دولہے کو مہر دینا ضروری ہوتا ہے، اسلام میں نکاح ایک سوشل کنٹریکٹ ہے، جس سے مرد طلاق اور عورت خلع کے ذریعے کبھی بھی ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں اور اپنے ازدواجی رشتے کو فسخ کر سکتے ہیں، جب کہ ہندو رسم ورواج کے مطابق مرد پر مہر کی ادائیگی کی کوئی پابندی نہیں ہے اور ان کا رشتہ جنم جنم کا ہوتا ہے۔ ان کی شادی کے موقعے پر جو سات پھیرے لیے جاتے ہیں وہ اس بات کا عہد نامہ ہوتے ہیں کہ وہ ہر جنم میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب اسلام کے اثر ورسوخ کے باعث وہاں بھی طلاق کا طریقہ جگہ پا گیا ہے، لیکن وہ کتنا دقت طلب اور مشکل ہے یہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اسلام میں لڑکی والوں پر درحقیقت جہیز کا کوئی بوجھ نہیں ہے بلکہ بیوی اور بچوں کی جو تمام معاشی ذمہ داریاں ہیں وہ مرد پر شوہر اور باپ کی حیثیت سے ڈالی گئی ہیں، لیکن ہندو سماج میں کنیادان لڑکی کی شادی کے موقعے پر ایک حقیقت ہے۔ اسی طرح وراثت میں لڑکی کا حق اسلام میں مسلم ہے۔ اس کو یہ حق بیوی، بہن، بیٹی اور ماں ہر حیثیت سے ملتا ہے۔ اب اس حق کو لڑکیوں کے حوالے سے ہندو مذہب میں بھی تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ تقریباً اسی طرح کے معاملات دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بھی ہیں، اور وہ اس پر بخوشی عمل کر رہے ہیں۔ اس لیے ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہبی معتقدات کے ساتھ عمل کرنے کی اجازت دینی چاہیے اور اس کو کمیونل اور سیکولر سول کوڈ کا نام نہیں دیا جانا چاہیے۔ اگر کسی مذہب کے پیروکار اپنے مذہبی معاملات میں کوئی تبدیلی چاہتے ہیں جیسا کہ ہندو کوڈ بل کے وقت ترمیمات لانے کی صورت میں کیا گیا تھا اور ایک سکولر جمہوری معاشرے میں صرف اسی حد تک آزادی ہونی چاہیے۔ لیکن اس میں بھی خاص طور سے یہ خیال رکھا جائے کہ جب تک پورا معاشرہ کسی ترمیم اور تنسیخ کے لیے تیار نہ ہو تو اس وقت تک اس کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہ کی جائے۔ یہی ہماری مذہبی تکثیریت کا تقاضا بھی ہے اور مطالبہ بھی۔ اس وقت سوال یکساں سول کوڈ کا نہیں بلکہ عورتوں کی عزت وآبرو اور ان کے وجود کے تحفظ کا ہے۔ کولکاتا میں ایک خاتون ڈاکٹر کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک ہوا اور جس طرح اس کی جان لی گئی اس پر ملک بھر میں جو شور ہے وہ لازم بھی ہے اور ناگزیر بھی۔ کہنے کو اس کو ایک سیاسی معاملہ بنا دیا گیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے بلکہ عورتوں کے خلاف جنسی تشدد اور جسمانی ہلاکتوں کے مرتکب مجرموں کو سرعام چوراہوں پر پھانسی دینی چاہیے اور اس میں کسی طرح کا فرق فرقہ وارانہ بنیادوں پر نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ گجرات میں بلقیس فاطمہ اور اس کے خاندان کو زنا ظلم اور تشدد کا معاملہ کرنے والوں کو وقت سے پہلے رہا کر کے اور ان کو ہار پھول پہنا کر استقبال کر کے کیا گیا۔ یا پھر ابھی جب کہ کولکاتا کے واقعے پر شور شرابا تھا بھی نہیں تھا کہ اتراکھنڈ کے زور پور میں تسلیم جہاں نامی نرس کے ساتھ بھی کم بہیمانہ سلوک نہیں ہوا مگر اس پر ایک پر ہیبت سناٹا چھایا ہوا ہے اور کوئی اس کی بات بھی سننے اور کرنے کو تیار نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ سپریم کورٹ جس نے کولکاتا میں لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ ہونے والی بربریت کا ازخود نوٹس لیا وہ بھی اس تحریر کے لکھے جانے تک خاموش بیٹھی ہوئی ہے۔

بات وزیر اعظم کی لال قلعے پر ہونے والی تقریر کے حوالے سے کی گئی تھی، ہمیں اپنے وزیر اعظم سے بڑے ادب سے یہ عرض کرنا ہے کہ زانیوں کے خلاف سخت قانون وضع کیے جائیں اور جیسا کہ ہم نے کہا ہے زانیوں کو اگر عمر قید ہوتی ہے تو انھیں تاحیات جیل میں رکھا جائے، پیرول پر رہا نہ کیا جائے اور یا پھر انھیں سزائے موت دی جائے تاکہ اس طرح کی سخت سزاؤں کے خوف سے لوگ ایسے جرم سے اجتناب کریں۔

بقیہ صفحہ اول.......... ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے چڑیا کے دو بچوں کو پکڑ لیا، چڑیا چلاّنے لگی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان بچوں کو ان کی جگہ پر رکھ آؤ، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک فاحشہ نے اپنے موزہ میں بھر کر کتے کو پانی پلایا تو اس کی بخشش ہوگئی، اور ایک عورت نے بلّی کو باندھ کر رکھا، کھانا پینا نہیں دیا، بالآخر وہ مر گئی تو اس عورت کو اسکی وجہ سے اسے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا، یہ واقعات بتاتے ہیں کہ جانوروں پر آپ کی شفقت ورحمت کس قدر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

درختوں کو بلا ضرورت کاٹنے اور جنگ کے موقع سے انہیں برباد کرنے سے بھی منع کیا گیا، کیونکہ یہ ہمارے لئے ماحول کے تحفظ کا بڑا ذریعہ ہیں، فرمایا گیا کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تمہارے پاس اتنی مہلت ہو کہ تم ایک پودا لگا سکتے ہو تو لگا دو، پھلدار درخت لگانے والوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ جس درخت کے پھل سے انسانوں نے اور پتوں سے جانوروں نے فائدہ اٹھایا تو یہ صدقہ ہے، اور ایسی تمام کوشش جس سے ماحول خراب ہو، فضائی آلودگی پیدا ہو "فساد فی الارض" کے قبیل سے ہے۔

ماحولیات کے تحفظ اور ہر قسم کے جاندار کے لئے پانی کی اہمیت ظاہر ہے، حکم دیا گیا کہ اسے ناپاک نہ کرو، پینے اور دوسری ضرورتوں کے لئے اسے پاک وصاف رکھو، پانی میں پیشاب نہ کرو، سو کر اٹھو تو بغیر ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ مت ڈالو، پانی پیتے وقت برتن میں سانس مت لو، مشکیزے، گھڑے اور پانی کے برتن کو ڈھانک کر رکھو، یہ ہدایات ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت کا مظہر ہیں۔

رحمۃ للعالمین ہونے کا سب سے بڑا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا، جب سارے انبیاء کرام بخشش کے لیے سفارش اور شفاعت سے انکار کر دیں گے، سارے انسان پریشان ہوں گے، ہر آدمی اپنے گناہوں کے بقدر پسینے میں ڈوبا ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، نہ بیٹا باپ کا ہوگا، نہ بیوی شوہر کی ہوگی، ہر آدمی سراسیمہ اور حواس باختہ ہوگا، ایسے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کے لیے بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوں گے اور وہ سب کچھ مانگیں گے جو اللہ رب العزت ذہن ودل میں ڈالیں گے اور پھر خوش خبری سنائی جائے گی کہ گناہگاروں کو بخش دیا گیا اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس شفاعت سے سوئے جنت روانہ ہو سکے گا، اس طرح آپ کی رحمت سے اللہ کی مخلوق دنیا میں بھی مستفیض ہو رہی ہے اور آخرت میں بھی شفاعت کام آئے گی۔ شاعر نے کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اعــــلان مفقــود الخبــری

معاملہ نمبر ۲۴/۲۸۴/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ چمپانگر بھاگلپور)

سلمی خاتون بنت محمد صابر مقام ملکی مومن ٹولہ ڈاکخانہ ملکی بلاک بہہ پور ضلع بھاگلپور۔ **فریق اول**

بنام

شفیع احمد انصاری ولد محمد فیض مقام کھیریا باقرپور ڈاکخانہ جلال پور بلاک قادر چوک ضلع بدایوں (یوپی)۔ **فریق دوم**

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ ایک سال سے غائب ولاپتہ ہونے نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر بھاگلپور میں نکاح فسخ کئے جانے کا دعوی دائر کیا ہے، لہٰذا اخبار نقیب کے اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں ہوں، فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۹/ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۳/اکتوبر ۲۰۲۴ء کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط

معاملہ نمبر ۸۷/۲۰۷۴/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ محمود العلوم دملہ، ضلع مدھوبنی)

عالیہ پروین بنت قمر الزماں مقام رسول پور پوسٹ برہولیا، ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

پتہ مراسلت: مقام و پوسٹ برداہا بلاک بسفی ضلع مدھوبنی

بنام

خالد رسول ولد خادم رسول مقام چک زادو پوسٹ درگاہ بیلا، بلاک پاتے پور، ضلع ویشالی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول "عالیہ پروین بنت قمر الزماں" نے آپ فریق دوم "خالد رسول ولد خادم رسول" کے خلاف دارالقضا امارت شرعیہ "مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم دملہ" مدھوبنی میں تقریباً تین سال سے غائب مفقود الخبر ہونے اور جملہ حقوق بشمول نان ونفقہ وحق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دارالقضا کو دیں۔ اور آئندہ تاریخ سماعت ۲/ربیع الآخر ۱۴۴۶ھ مطابق ۶/اکتوبر ۲۰۲۴ء روز "اتوار" کو آپ خود مع شواہد وثبوت بوقت ۹/بجے دن دارالقضا "دملہ" میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کر دیا جائے گا۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

اپنڈکس کی سوزش اور اس کا علاج

ڈاکٹر سید اکرام

اپنڈکس جسے اردو میں ضمیمہ یا اندھی آنت بھی کہتے ہیں، ایک چھوٹی نالی جیسی ہوتی ہے جو بڑی انتڑی یعنی کولون کے پہلے حصے کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ یہ آپ کے یا آپ کے بچے کے پیٹ کے اندر، نیچے داہنی طرف ہوتی ہے۔ سائنس یہ کہتی ہے کہ اب تک اس کا جسم میں کوئی حتمی استعمال نہیں دریافت ہو سکا۔ کچھ ماہرین کے مطابق اپنڈکس کی نالی چھوٹی آنت سے رابطے میں رہتی ہے اور غذا کو بڑی آنت میں فضلے میں بدلنے میں مدد دیتی ہے۔

اپنڈکس انسانی جسم کا وہ عضو ہے جسے اکثر افراد آپریشن کر کے نکلوا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر بھی ہم ٹھیک ہی رہیں گے۔ ویسے اگر اسے نہ بھی نکلوایا جائے تو اکثر اس میں کسی گڑبڑ کا اندازہ لوگ درد کی شکل میں لگاتے ہیں تاہم بڑی آنت سے جڑا یہ عضو جو کہ معدے کے دائیں جانب نچلے حصے میں ہوتا ہے، اگر اس میں ورم آ جائے، سوزش ہو جائے یا انفیکشن ہو جائے تو اس کو میڈیکل اصطلاح میں اپنڈیسائٹس کہتے ہیں۔ جس سے انتہائی درد محسوس ہوتا ہے کیونکہ اپنڈکس میں ہضم نہ ہونے والے کھانے کے ٹکڑے پھنس جاتے ہیں۔ یہ بچوں اور بالغوں میں کسی بھی عمر میں ہوسکتا ہے لیکن یہ نوعمر اور جوان لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

اپینڈکس کیا ہے؟

معدے کے دیگر امراض سے ہٹ کر اپنڈکس بہت تیزی سے نمودار ہوتا ہے، طبی ماہرین کے مطابق اپنڈکس کی علامات چوبیس گھنٹے کے دوران سامنے آسکتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

درد: اپنڈیسائٹس کی پہلی علامت ہے درد، تکلیف۔ پیٹ میں ایسا درد جس کی وجہ سمجھ نہ آئے۔ یہ درد ناف کے قریب سے شروع ہو کر بتدریج اس جانب پھیلتا ہے جہاں اپنڈکس ہوتا ہے یعنی پیٹ کے نچلے دائیں حصے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ پیٹ کے مختلف مسائل سے ہٹ کر اپنڈکس کے درد میں کچھ دیر کے بعد کمی کا احساس نہیں ہوتا، یہ مسلسل ہوتا ہے اور اس دوران ایسا لگتا ہے جیسے شکم کو کوئی کھینچ رہا ہو اور وقت کے ساتھ یہ بدتر ہوتا جاتا ہے۔

اپنڈکس کی سوزش کی تشخیص کے لیے طبی ماہرین عام طور پر ناف کے نچلے حصے کو نرمی سے دباتے ہیں، ایسا کرنے پر درد کا احساس ہوتا ہے چاہے ڈاکٹر دباؤ ختم بھی کر دے تب بھی درد ہوتا رہتا ہے۔ اور جب اپنڈکس کا درد بڑھتا ہے تو یہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ متاثرہ فرد بہ مشکل حرکت کر پاتا ہے، بلکہ حرکت کرنے پر یہ درد مزید بڑھ جاتا ہے، اگر متاثرہ فرد اچھلنے کے قابل ہو تو یہ درد ممکنہ طور پر اپنڈکس کا نہیں ہوگا۔

ادویات سے درد ختم نہ ہونا: کئی بار لوگ اپنڈکس کے درد کو بدہضمی یا کسی اور قسم کا درد سمجھ لیتے ہیں، ایسا عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب درد کی شدت بہت زیادہ نہیں ہوتی، تاہم اس مرحلے پر درد کش ادویات کے استعمال سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ درد زیادہ بدتر ہوسکتا ہے اور یہ بھی اپنڈکس کی علامت ہوسکتی ہے۔

کھانے کی خواہش ختم ہو جانا: اگر اچانک سے آپ کو بھوک لگنا ختم ہو جائے (چاہے ناشتہ ہو، دوپہر یا رات کا کھانا) تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ معدہ کسی گڑبڑ کی جانب نشاندہی کر رہا ہے، طبی ماہرین کے مطابق اپنڈکس کے مریضوں میں عام طور پر کھانے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے۔

متلی ہونا: ایک اور علامت ہے جی متلانا۔ ویسے تو متلی یا قے کی شکایت کئی وجوہات کی بناء پر ہوسکتی ہے تاہم اگر اپنڈکس کے مرض کی علامت ہو تو منہ سے نکلنا والا مواد ہمیشہ جسم میں درد کی لہر بھی دوڑاتا ہے۔

قبض یا ہیضہ: غذائی نالی میں انفیکشن یا ورم کے نتیجے میں نظام ہاضمہ متاثر ہوتا ہے جس سے قبض یا ہیضے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنڈکس کے شکار اکثر افراد میں یہ دونوں امراض شروع میں سامنے آتے ہیں اسی طرح پیٹ پھولنا، گیس یا درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوسکتی ہے۔

بخار: بخار بھی ایک علامت ہے۔ اپنڈکس کے مریضوں میں بخار اس مرض کے آگے بڑھنے کا اشارہ کرتا ہے۔

بے چینی ہونا: معدے کے مسائل سے ہٹ کر اپنڈکس کے شکار افراد میں بے چینی کا احساس ہوتا ہے۔

تشخیص کیسے ہوتی ہے؟ خون کے سفید خلیات کی مقدار بڑھ جانا: اپنڈکس کے مسئلے میں جسم انفیکشن سے لڑنے کے لیے اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے جس کے نتیجے میں خون کے سفید خلیات کی زیادہ مقدار خارج ہوتی ہے، ویسے تو اپنڈکس کے حوالے سے خون کا کوئی مخصوص ٹیسٹ نہیں، تاہم اگر آپ کو شک ہو تو ڈاکٹر سے ایک بلڈ ٹیسٹ کروائیں تاکہ خون کے سفید خلیات کی مقدار معلوم ہو سکے۔ اس کے علاوہ پیٹ کے الٹرا ساؤنڈ یا سی ٹی اسکین سے تصدیق ہوتی ہے۔

پیچیدگیاں: اگر اپینڈکس آلودہ یا سوجا ہوا ہے تو اس کے پھٹنے کا خطرہ ہے۔ یہ پیٹ کی جھلی میں انفیکشن کی بڑی وجہ بن سکتا ہے اور سنگین حالت میں مریض کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔

علاج کیا ہوتا ہے؟ تشخیص کے بعد اپنڈیکس نکالنے کے لئے سرجری ہوگی۔ اس آپریشن کو اپینڈیکٹومی کہتے ہیں۔ یہ ایک سادہ اور عام سا آپریشن ہوتا ہے۔ اگر اپینڈکس پھٹا نہیں ہے اور کوئی پیچیدگی نہیں ہے تو سرجری کے بعد بارہ سے چوبیس گھنٹے تک مریض ہسپتال میں رہتا ہے۔

اگر آپ کا یا آپ کے بچے کا اپینڈکس پھٹ گیا ہے تو ڈاکٹر اینٹی بائیوٹک دوا تجویز کرے گا۔ جب تک انفیکشن ختم نہیں ہو جاتا، مریض کو ہسپتال میں رہنا پڑے گا۔ سرجری کے بعد بچہ نارمل غذا کھا سکتا ہے۔ زیادہ تر بچے ایک یا دو ہفتوں میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

هفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

وقف (ترمیمی) بل 2024 کے خلاف آپ بھی دیں اپنا مشورہ

وقف (ترمیمی) بل 2024 کے لیے تشکیل جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی (جے پی سی) کی دوسری میٹنگ میں وقف قانون پر عام لوگوں سے مشورہ طلب کرنے کا فیصلہ ہوا ہے جو کہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ اس کے لیے فون نمبر اور لوک سبھا سکریٹریٹ کے ویب سائٹ کا لنک جاری کیا گیا ہے۔ وقف ترمیمی بل معاملے میں تشکیل جے پی سی کی پہلی میٹنگ جب 22 اگست کو ہوئی تھی، تو کمیٹی کے چیف جگدمبیکا پال نے کہا تھا کہ سبھی حصہ داروں کی بات سنی جائے گی اور مسلم ماہرین سے بھی مشورہ کیا جائے گا۔ لیکن اب وقف قانون پر عام لوگوں کی رائے مانگ کر وسیع پیمانے پر غور وخوض کا راستہ ہموار کیا گیا ہے۔ لوک سبھا سکریٹریٹ کی طرف سے جاری پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ کمیٹی چیف جگدمبیکا پال نے عام طور سے عوام اور خاص طور سے غیر سرکاری اداروں، ماہرین، اسٹیک ہولڈرس اور تنظیموں سے نظریات ومشورے والے عرضداشت مدعو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کمیٹی کو تحریری عرضداشت پیش کرنے کے خواہش مند لوگ دو کاپیاں انگریزی یا ہندی میں جوائنٹ سکریٹری (جے ایم)، لوک سبھا سکریٹریٹ، کمرہ نمبر 440، سنسدیہ سودھ، نئی دہلی 110001، ٹیلی فون نمبر 23035284/23034440، فیکس نمبر 23017709 کو بھیج سکتے ہیں۔ لوگ اپنے نظریات کو jpowaqf issansad.nic.in پر ای میل بھی کر سکتے ہیں۔ پریس ریلیز میں یہ بھی جانکاری دی گئی ہے کہ کمیٹی کو پیش کیے گئے عرضداشت یا مشورے کمیٹی کے ریکارڈس کا حصہ ہوں گے اور انھیں 'خفیہ' مانا جائے گا اور انھیں کمیٹی کے خصوصی حقوق حاصل ہوں گے۔ عرضداشت پیش کرنے کے علاوہ جو لوگ کمیٹی کے سامنے موجود ہونے کے خواہشمند ہیں، ان سے گزارش ہے کہ وہ خصوصی طور سے اس کا تذکرہ کریں۔ اس سلسلے میں کمیٹی کا فیصلہ آخری ہوگا۔

کوئی قصوروار ہو تب بھی نہیں ٹوٹے گا اس کا گھر

سپریم کورٹ نے 'بلڈوزر ایکشن' کے ایک معاملے پر سماعت کے دوران مرکزی حکومت کو سخت پھٹکار لگائی۔ عدالت عظمیٰ نے واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ اگر کوئی شخص قصوروار ثابت ہو بھی جائے تو بھی عمارت منہدم نہیں کیا جائے گا۔ دراصل عدالت عظمیٰ 'بلڈوزر انصاف' کے خلاف داخل اس عرضی پر سماعت کر رہی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ 'بدلے' کی کارروائی کے تحت گھر 'بغیر نوٹس' کے گرائے جا رہے ہیں۔ مدھیہ پردیش کے محمد حسین اور راجستھان کے راشد خان کی طرف سے یہ عرضی داخل کی گئی تھی۔ اس معاملے پر جسٹس بی آر گوئی اور جسٹس کے وی وشوناتھن کی بنچ نے سماعت کی۔ عدالت نے اس بات پر زور دیا کہ وہ سڑکوں یا دیگر عوامی مقامات پر ناجائز تعمیرات کی حمایت نہیں کرتی ہے، لیکن ملکیت کو گرائے جانے کا عمل قانونی طریقہ سے انجام دیا جانا چاہیے۔ سالیسٹر جنرل تشار مہتا نے عدالت کو بتایا کہ کسی بھی ملکیت کو صرف اس لیے نہیں منہدم کیا جاتا کہ اس گھر کا مالک کسی مجرمانہ کیس میں شامل یا قصوروار ہو، ایسا تب ہی ہوتا ہے جب ڈھانچہ غیر قانونی ہو۔ اس پر جسٹس گوئی نے کہا کہ ''یعنی آپ اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر ہم اس کی بنیاد پر گائیڈ لائن جاری کریں گے۔ کسی کے ملزم ہونے پر ہی اس کی ملکیت کیسے منہدم کی جاسکتی ہے۔''

آسام اسمبلی میں اب نمازِ جمعہ کے لیے نہیں ملے گی چھٹی

آسام اسمبلی کے رواں اجلاس کے آخری دن ہیمنت بسواسرما حکومت نے ایک ایسا قدم اٹھایا جو ان کی مسلم منافرت کی تازہ مثال بن گیا۔ نمازِ جمعہ کے لیے 2 گھنٹے کی ملنے والی چھٹی کو ختم کر دیا گیا جو کہ نوآبادیاتی دور سے چلی آ رہی تھی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ایوان میں اتفاق رائے سے برطانوی دور سے چلی آ رہی روایت کو ختم کر دیا گیا۔ یعنی اب سے ریاستی اسمبلی اجلاس کے دوران جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے ایوان کے ملازمین واراکین اسمبلی کو ملنے والی 2 گھنٹے کی چھٹی ختم ہوگئی۔ اس سے ایوان میں جمعہ کو بھی کارروائی دیگر دنوں کی طرح ہی ہوگی اور مسلم طبقہ کے منتخب اراکین اسمبلی کو مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ اصول اسمبلی کے آئندہ اجلاس سے نافذ العمل ہوگا۔

پتنجلی مصنوعات معاملہ میں جواب طلب

دہلی ہائی کورٹ نے 'پتنجلی' کے 'دِویہ دَنت منجن' کو مبینہ طور سے ویجیٹیرین (سبزی والا) برانڈ کی شکل میں پیش کرنے کے خلاف کارروائی کیے جانے کی گزارش سے متعلق عرضی پر متعلقہ فریقین سے جواب طلب کیا ہے۔ عرضی دہندہ کے وکیل نے دعویٰ کیا کہ دانتوں کے علاج سے متعلق مصنوعات کو 'ہرے رنگ کے ڈاٹ' کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہے، جو کہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک ویجیٹیرین شئے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دانتوں سے متعلق اس پروڈکٹ میں مچھلی کا عرق ہے جو کہ 'نان ویجیٹیرین' (گوشت پر مشتمل) عنصر ہے۔ جسٹس سنجیو نرولا نے وکیل یتن شرما کی اس عرضی پر مرکزی حکومت، ایف ایس ایس اے آئی (فوڈ سیفٹی اینڈ اسٹینڈرڈ اتھارٹی آف انڈیا) کے ساتھ ساتھ پتنجلی، دِویہ فارمیسی، یوگا گرو رام دیو اور دیگر متعلق فریقین کو نوٹس جاری کیا ہے۔

گئورکشکوں نے پیٹ پیٹ کر کیا قتل، 5 ملزمان گرفتار

ہریانہ کے چرخی دادری ضلع میں مغربی بنگال سے تعلق رکھنے والے صابر ملک کو مبینہ طور پر (بیف) گائے کا گوشت کھانے کے شک میں پیٹ پیٹ کر ہلاک کرنے کے الزام میں 5 افراد کو گرفتار کیا گیا ہے جو کہ گئورکشک گروپ کا حصہ ہیں۔ ایک سینئر پولیس افسر کے مطابق صابر ملک کو 27 اگست کو قتل کیا گیا تھا۔ ملزمان ابھیشیک، موہت، رویندر، کمل جیت اور ساحل کو شک تھا مقتول نے گائے کا گوشت کھایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے صابر کو پلاسٹک کی خالی بوتلیں بیچنے کے بہانے ایک دکان پر بلایا اور پھر اسے بری طرح زدوکوب کیا۔ جب کچھ لوگوں نے مداخلت کی تو ملزمان صابر ملک کو کسی دوسری جگہ لے گئے اور اسے دوبارہ مارا پیٹا، جس سے اس کی موت ہوگئی۔ ملک چرخی دادری ضلع میں بنڈھرا گاؤں کے قریب ایک جھونپڑی میں رہتا تھا اور روزی روٹی کے لیے کباڑ خریدتا اور فروخت کرتا تھا۔

Volume:64/74,Issue:34 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

To,

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26

R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

ہم خون کی قسطیں تو کئی دے چکے لیکن
اے خاک وطن قرض ادا کیوں نہیں ہوتا
(والی آسی)

مسلم خاندان پر گلوبلائزیشن کے بڑھتے اثرات

هناء محمد القاهرہ

گلوبلائزیشن، نیو ورلڈ آڈر، گلوبل ویلج اور لارج مڈل ایسٹ ان تمام اصطلاحات کا ایک مشترک ہدف ہے اور وہ ہے اسلام کی عزت وشوکت کو نابود کرنا اور اسلام کے اس نظام خاندان کو ختم کرنا جو اپنی انفرادیت رکھتا ہے۔ اہلِ مغرب باوجود اپنی ترقی یافتہ تہذیب کے ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلام کے نظام خاندان میں عورت کو مرکزیت حاصل ہونے کی وجہ سے وہ ان سازشوں کا اولین ہدف بنی ہوئی ہے جن کے تانے بانے خفیہ طریقے سے بنے جارہے ہیں تاکہ اسے اس کے دینی تشخص سے عاری کردیا جائے اور ثقافتی طور پر گلوبلائزیشن کے تقاضوں کا پابند بنادیا جائے، گلوبلائزیشن کی اصطلاح ثقافتی طور پر گذشتہ صدی کی آخری دو دہائیوں میں مشہور ہوئی ہے لیکن عملاً اس کی بنیاد 1965ء میں ہی پڑ گئی تھی۔ جب ''المجمع المسکونی'' کی دوسری میٹنگ میں روم کے تمام کیتھولک چرچوں کے اتحاد پر زور دیا گیا تھا تاکہ وہ متحد ہوکر اسلام کا مقابلہ کرسکیں اور نوے کی دہائی میں اسے روئے زمین سے نیست ونابود کرسکیں 1978ء میں دوسری المسکونی کانفرنس ''کلوراڈو'' میں ہوئی۔ جس میں خاموش طریقہ سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تدابیر کے سلسلہ میں چالیس نکات پر بحث ومباحثہ ہوا۔ ان نکات میں مسلمان عورتوں اور مسلم خاندان سرفہرست تھے۔ ان سازشوں کو کسی حد تک اس لیے کامیابی مل جاتی ہے کیوں کہ بعض مسلمان عورتیں اپنے دین سے ناواقف ہوتی ہیں اور اسلام نے انہیں جو حقوق دے رکھے ہیں انہیں وہ حاصل نہیں کرپاتی ہیں۔ مزید برآں بہت سے افراد اور خاندان عورت کے بارے میں اسلام کے موقف کا صحیح فہم نہیں رکھتے ہیں۔ اس صورت حال میں مسلمان خاندانوں کی رگوں میں گلابلائزیشن کا تخیل سرایت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے لیے متعدد وسائل وذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: (۱) بیرونی دولت فراہم کرنا: عورتوں کی مقامی تنظیموں کے لیے بیرونی دولت فراہم کی جاتی ہے تاکہ ان کے ذریعہ گلابلائزیشن کے عزائم اور منصوبوں کو نافذ کیا جاسکے (۲) معاشی دباؤ ڈالنا: بین الاقوامی سفارشات اور اقوام متحدہ کی کانفرنسوں کی تجاویز خصوصاً جو عورت متعلق ہوں ان کے نفاذ کے لیے معاشی دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کی یہ سفارشات اور تجاویز ایسی ہیں جو آوارگی کو فروغ دیتی ہیں اور ایسے تعلقات کو رواج دیتی ہیں جن پر غلط طریقہ سے خاندان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ نکاح کی عمر بڑھانے اور جنسی تعلقات قائم کرنے کی عمر گھٹانے کا مطالبہ کرتی ہیں (۳) عورت کو سامان تجارت بنانا: عورت کو سامان تجارت بنادیا جاتا ہے اسے مارکیٹنگ کے لیے ایک وسیلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے فحش اور عریاں گانوں میں اسے نمایاں حیثیت دی جاتی ہے۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ مؤخر الذکر دو ذرائع کے درمیان گہرا ربط ہے۔ عورت سے متعلق ہونے والی ان کانفرنسوں کی دستاویزات میں دینی واخلاقی تحفظات کو ختم کردینے پر زور دیا گیا ہے اور یہ باور کرایا گیا ہے کہ مذہب بس ایک موروثی سلسلہ ہے جسے بے چون وچرا قبول کرلینے پر بے چاری عورت مجبور ہے۔ گھریلو کام کے نام پر وہ ایسی جہد ومشقت میں مبتلا ہوتی ہے جس میں اس کا کوئی نفع نہیں ہوتا۔ اس طرح کے پروپیگنڈے کے ذریعہ عورت تک آزادی کا غلط مفہوم پہنچا اور اس نے اپنے لیے سامان تجارت کی حیثیت قبول کرلی۔ کیا اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ بعض مسلم عورتیں گلوبلائزیشن کے عزائم اور منصوبوں، اقوام متحدہ کے پروگراموں اور آزادی نسواں کی آئیڈیالوجی کی تشہیر کا کام کرنے لگیں۔ وہ اساسیات دین پر تنقید میں کرنے لگیں اور بعض بنیادی تعلیمات مثلاً وراثت، عورت کی گواہی اور عدت وغیرہ کو منسوخ کرنے کا۔ مطالبہ کرنے لگیں 2000ء میں قاہرہ میں آزادی نسواں کے سو سال کے عنوان سے ایک کانفرنس ہوئی اس میں جب بعض سیکولر افکار کی حامل خواتین نے اپنے ان افکار کو پیش کیا اور کہا کہ مذہب عورت کی آزادی کے راستہ میں حائل ہے تو ان کے اور اسلام پسند خواتین کے درمیان زبردست بحث ہوئی۔

مسلم خاندانوں پر گلوبلائزیشن کے اثرات: آج کے مسلم خاندانوں پر غور کریں اور باریکی سے ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اسلام کے مطلوبہ خاندان اور مسلم خاندان کی موجودہ صورت حال کے درمیان ایک گہری کھائی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ گلوبلائزیشن کے مذموم اقدار مسلم خاندانوں میں سرایت کرگئے ہیں چنانچہ مسلم خاندانوں میں اب درج ذیل مظاہر عام ہوتے جارہے ہیں (۱) اختلاف وانتشار: آج ہمارے بہت سے خاندانوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور کام آنے کا جذبہ مفقود ہے اور باہمی ربط وتعلق کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیتے (۲) خود غرضی: اب خاندان کے مصالح کا لحاظ نہیں کیا جاتا اور نہ ہر فرد ان کے تحفظ کے لیے کوشاں ہوتا ہے بلکہ ہر ایک کو اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے (۳) والدین کی نافرمانی: والدین کے ساتھ حسن سلوک کا جذبہ اب اولاد کے دلوں میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ والدین کے ساتھ ان کا برتاؤ ادب، عزت واحترام کے بجائے نافرمانی اور تحقیر کا ہوتا ہے۔ وہ انہیں پس ماندہ اور پرانے خیالات کے لوگ سمجھنے لگے ہیں (۴) پدری مادی قدروں کی پامالی: باپ اکثر اپنی اولاد کی تربیت سے غافل رہتے ہیں۔ وہ اپنی ذمہ داری صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا خرچ اٹھائیں۔ وہ اپنے بچوں کی تعمیر سیرت اور روحانی تربیت سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ مائیں اندرون خانہ اپنی قربانی کو رائیگاں خیال کرتی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ جو ایام ہم نے خاندان میں رہ کر گزارے ہیں وہ ضائع گئے (۵) پڑوس سے ربط وتعلق کا خاتمہ: بہت سے خاندان عرصے سے ایک جگہ رہتے ہیں مگر وہ ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ لفٹوں اور سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے وہ بارہا ایک دوسرے سے ملتے ہیں لیکن بات چیت تو کیا سلام تک نہیں کرتے۔ پڑوسی اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ اپنے پڑوسی کے احوال معلوم کرے اور اس کی ضروریات سے واقفیت حاصل کرے۔ ہر خاندان دوسرے سے کٹا ہوا اور الگ تھلگ زندگی گزارتا ہے (٦) خاندان کے بزرگ کی بے وقعتی: خاندان کا بزرگ جو خاندان کا سربراہ اور منتظم ہوتا تھا اسے بوجھ سمجھا جانے لگا ہے جسے گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا چاہیے تاکہ دیگر افراد خانہ کو اپنے منصوبوں پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ بوڑھوں کے گھر جدید کلچر کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ جبکہ پہلے اسے بہت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ سڑکوں پر مارے پھرتے ہیں یا محنت ومشقت کے کام کرنے پر مجبور ہیں (۷) بلا محنت دولتمند بننے کے کلچر کا فروغ: فون اور موبائل کے ذریعہ ہونے والے مقابلے، کون بنے گا کروڑ پتی جیسی اسکیمیں، اشیائے خورد ونوش کے انعامی کوپن وغیرہ یہ سب چیزیں بلا کسی محنت کے حصول منفعت کی صورتیں ہیں۔ ان سب چیزوں کو گلوبلائزیشن نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے (۸) آزادی کے حقیقی تصور کی پامالی: اسلام نے آزادی کو ضوابط کا پابند بنایا تھا "لاضرر ولاضرار کا اصول پیش کیا تھا۔ یعنی نہ نقصان اٹھایا جائے اور نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ جب کہ گلوبلائزیشن آزادی کے غلط تصور کو فروغ دے رہا ہے۔ جو شخصی معاملات سے لے کر جنسی معاملات تک عام ہے۔ میڈیا نے اس تصور کو رواج دیا ہے کہ ہر شخص اپنے جسم کا مالک ہے۔ اس سے جو چاہے کام لے (۹) دین پسندی کو قید تصور کرنا: بہت سے والدین اپنے بچوں کے دینی میلان کو ان کی کامیاب زندگی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ مزید برآں پردہ کرنے والی خواتین کو ملازمت کے حصول میں دشواری پیش آتی ہے۔ تحریکات اسلامی کے کارکنان کو طرح طرح سے ستایا جاتا ہے۔ ان وجوہ سے دین محض مذہبی رسم ورواج بن کر رہ گیا ہے۔ آدمی کے سلوک وبرتاؤ اور اخلاق میں اس کا کوئی اثر اور عکس نظر نہیں آتا ہے۔ اور یہی گلوبلائزیشن کا سب سے اہم مقصد ہے کہ مذہب کو روزمرہ کی زندگی سے الگ کردیا جائے۔ اور اسے صرف روزہ ونماز کے دائرہ میں محدود کردیا جائے (۱۰) ستائی عورتوں کی پناہ گاہوں کا تصور: جس تصور کو اقوام متحدہ کی ان دستاویزات نے عام کیا ہے جو عورت پر ہونے والے ظلم وزیادتی سے متعلق ہیں۔ بعض عرب ممالک میں ایسی پناہ گاہیں قائم ہیں۔ ان کی وجہ سے معاشرتی کفالت کی باہمی قدریں پامال ہوتی ہیں اور خاندانی مشکلات ومسائل کے اسلامی حل کی راہ مسدود ہوتی ہے۔ یہ تصور مرد اور عورت کے درمیان دشمنی پیدا کرتا اور خاندانی علائق کو پارہ پارہ کرتا ہے۔ خصوصاً جب ان پناہ گاہوں کا تعلق فکری اور کلچرل پروگراموں سے جوڑ دیا جائے تاکہ عورتوں سے متعلق تصورات کی وہ غلط بیانی کرسکیں۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ گلوبلائزیشن صرف اقتصادی اقدار اور نظام کو عام کرنے تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مخصوص تہذیبی قدروں کو بھی فروغ دیتا ہے۔ جو کلچر کمیونیکیشن کے محکم وسائل کی مالک ہو کلچر کی صنعت کاری کے ذرائع پر اختیار رکھتی ہو اور اس کی نگرانی ودیکھ ریکھ پر کنٹرول رکھتی ہو وہی کلچر انٹرنیٹ کے ذریعہ آج کی سربراہ ہوتی ہے، کیونکہ یہ چیز اخلاقی اقدار کے معین صورتوں، فیشن اور ذوق ورجحان کے مخصوص طرز کے تسلط وغلبہ کی راہ ہموار کرتی ہے، خصوصا نئی نسل جسے تنقید اور تجزیہ کی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اپنے تحفظ کا پورا شعور ہوتا ہے اس لیے ان کے سامنے مؤثر انداز میں جو چیز بھی پیش کی جاتی ہے وہ باآسانی اس کے شکار ہوجاتے ہیں، گیت گانے اور رقص وسرور کی محفلوں میں جن چیزوں کو فوکس کیا جاتا ہے اس کو وہ بہت جلد تسلیم کرلیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے وہ فیشن اور رسم ورواج جو تباہی کا باعث ہوتے ہیں اور جس سے ان کے اقدار اور رجحان کی وضاحت ہوتی ہے بار بار کی تشہیر سے یہ نوخیز اسے بھی بلا تامل اپنا لیتے ہیں، تہذیبی اقدار اور روایات کا صفایا کرنا، خاندانی ربط وتعلقات کو پامال کرنا، ریسورسیس اور تہذیبی قدروں پر حملے ایسی صورت حال تک پہنچاتے ہیں جو شخصیت کا بہت زیادہ بحران پیدا کردیتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے لوگ قدیم روایت پرستی، علاقائی وقومی عصبیت کرا پنانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ پھر بسا اوقات بات انتہائی ناپسندیدہ کارروائیوں اور معاملات تک جا پہنچتی ہے۔ مثلاً نسلی صفایا کرنا، قومی ثقافت کے تحفظ میں تشدد کا راستہ اختیار کرنا اور وہ شعور جس میں دوسروں کا بھی لحاظ ہو، نہ پنپنے دینا وغیرہ۔

◯ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کردیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

WEEK ENDING-09/09/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690

Scanned with CamScanner